مادہ یا خدا

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق کے پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود خالق ہیں۔ طور ۳۵

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔ لقمان ۲۵

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا خدا ہوتا تو دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ انبیاء ۲۲

القرآن الکریم

علامہ ڈاکٹر محمد صادقی تہرانی

دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

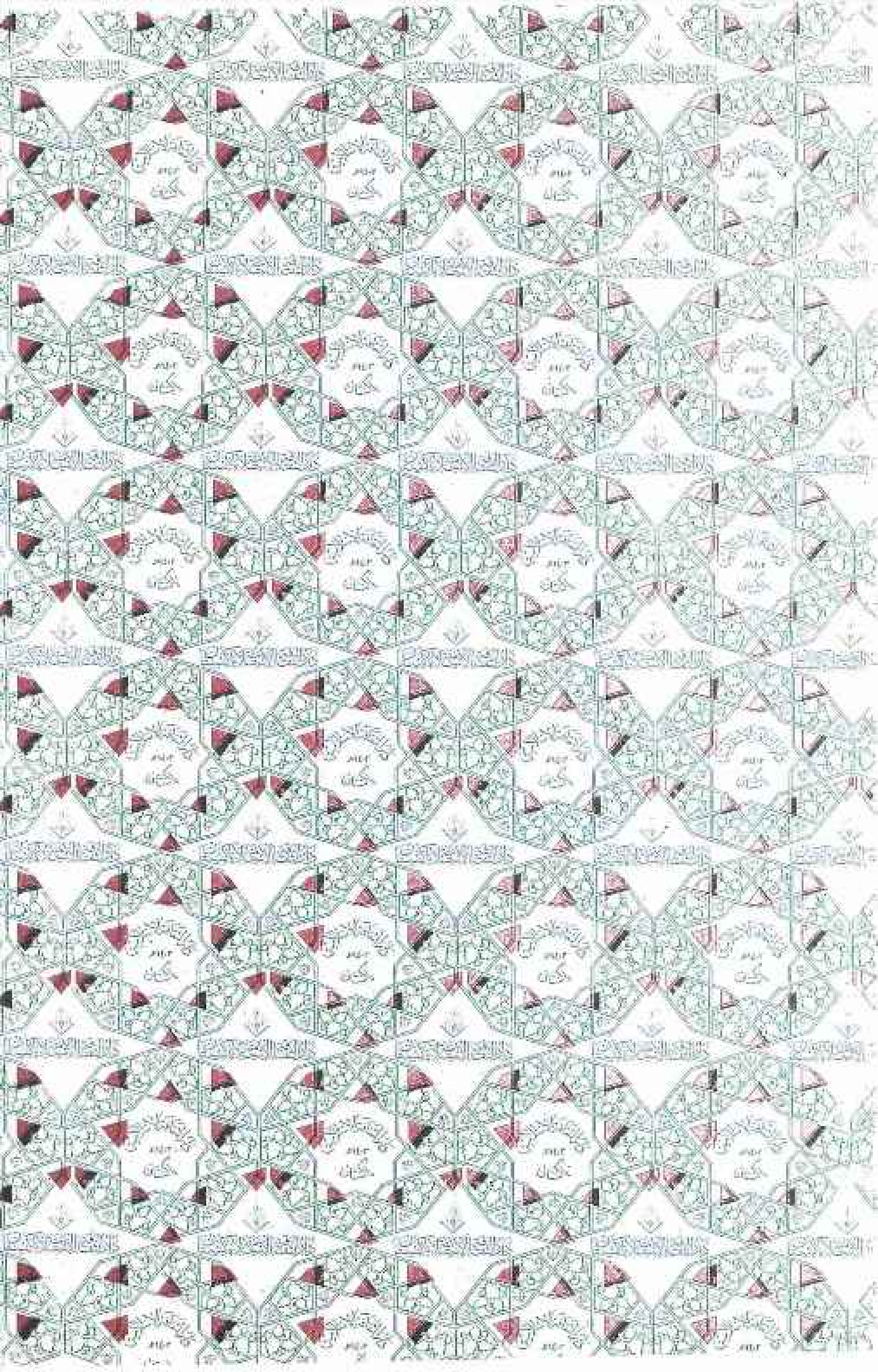

Acc No. 13032 Date 15/4/11
Session [illegible]
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

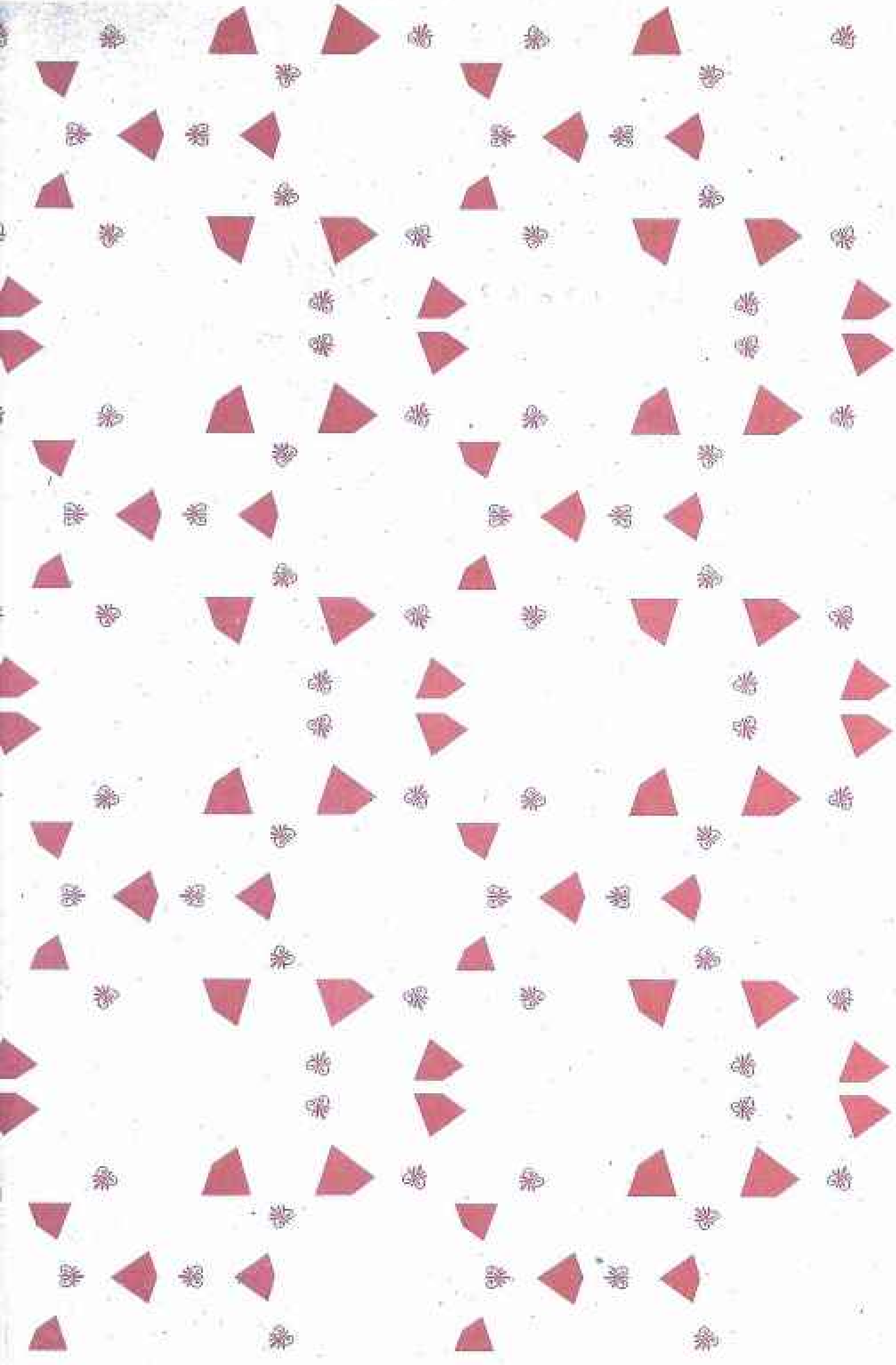

130/=

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
PH. 7211795

"مادہ یا خدا"

(خدا پرستوں اور مادہ پرستوں کی بحث)

Acc No. 13032 .... Date 15/4/11
Section .... Status ....
D.D. Class ....
NAJAFI BOOK LIBRARY

علامہ ڈاکٹر محمد صادقی

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- مادہ یا خدا

تحریر -------- ڈاکٹر صادق تہرانی

ترجمہ -------- محمد خالد فاروقی

کتابت -------- سید جعفر صادق

ناشر -------- درالثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

طبع اوّل -------- شوال المکرم ۱۴۰۹ھ

طبع چہارم -------- صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

كَلِمَةُ اللّٰه هِيَ الْعُلْيَا

"اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے۔" (توبہ/۴۰)

امیرالمؤمنین حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا:

اس (خدا) نے عقلوں کو

اپنی صفتوں کی حدود نہایت پر مطلع نہیں کیا اور

ضروری مقدار میں

معرفت حاصل کرنے کیلیے ان کے آگے پردے

بھی حائل نہیں کیے۔

وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اس

طرح اس کی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے

والے

کا دل بھی اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اللہ ان لوگوں کی باتوں سے

بہت بلند و برتر ہے

جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں اور

اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۴۹)

ترتیب

عرض ناشر	۷
تقریظ	۱۱
بنام خدا	۱۳
پہلا سوال	۱۷
خدا کو کس نے پیدا کیا ہے؟	۱۷
راہ واحد	۲۲
مادہ کی ازلیت	۴۰
دوراہے پر	۴۱
زمانہ یا مادہ کی ازلیت کی پہلی شکست	۵۹
حرکت یا مادہ کی ازلیت کی دوسری شکست	۶۱
حرکت کی اقسام	۶۲

- ایٹم، حرکت، آغاز رکھنے والی چیز —— ۷۰
- مادہ ہے لیکن ہر موجود مادہ نہیں ہے —— ۷۵
- خداشناسی کی جانب. دوسرا قدم —— ۸۱
- مادہ کی اصل اور اس کے تمام تغیرات مادہ سے ماوراء ایک طاقت کی طرف سے ہیں —— ۸۲
- ازلیت مادہ کی چار محاذوں پر شکست، زمانہ، حرکت، تغیر، ترکیب —— ۸۳
- دو موجود ازلی ماوراء مادہ اور مادہ یا صرف ایک —— ۹۶
- اگر دنیا کا کوئی آغاز تھا تو کیسے تھا کہ اب نہیں ہے؟ —— ۹۸
- دو بُعدی مادہ —— ۱۰۱
- اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے —— ۱۱۳
- بعض واقعات اتفاق کی وجہ سے پیش آتے ہیں یا پھر اپنے مربوط اسباب کی بنا پر —— ۱۱۵
- مثال —— ۱۲۵
- مثال —— ۱۲۷
- مخلوق کی نسبت خالق جہان کے ساتھ، اضافہ اشراقیہ ہے، اضافہ مقولیہ نہیں —— ۱۲۹

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب میں خدا پرستوں کے ساتھ ایک مباحثہ کی تفصیل پیش کی گئی ہے جو دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی سادہ اور سہل ہے۔

یہ مباحثہ ان بہت سی گرہوں کو کھولنے والا ہے جو ماورا مادّہ (خدا) کے بارے میں لوگوں کے خیالات و افکار میں پیدا ہو گئی ہیں۔

اس مباحثہ میں دو پہلوؤں کو بڑی باریک بینی اور موشگافی کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۱) —— خدا پرستوں کا نمائندہ 'الٰہی' مادہ پرستوں کے ساتھ ان کے ہر طرح کے استدلال کے مقابل بڑی ثابت قدمی کے ساتھ بحث کرتا ہے اور ان کے قدم بقدم آگے بڑھتے ہوئے انھیں خدا پرستی کی منزل سے قریب لے آتا ہے۔

(۲) —— اس بحث کے موضوع کو دیکھتے ہوئے فوری طور پر یہ احساس ہوتا ہے کہ بحث میں حصہ لینے والوں نے بڑی مشکل اور دقیق علمی اور فلسفیانہ اصطلاحات کو استعمال کیا ہوگا تاکہ ہر طرح کے اعتراضات جو مختلف اشخاص کی طرف سے کیے گئے ہوں ان کا جواب موثر طریقے پر دیا جاسکے۔ لیکن مصنف نے ہر طرح کی علمی اصطلاحات سے احتراز کرتے ہوئے اور پیچیدہ طرز بیان کو ترک کر کے بہت آسان اور سادہ طریقہ استدلال کو اختیار کیا ہے کیونکہ عوام علمی اصطلاحات کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ وہ متعلقہ علمی شعبوں سے وابستہ ہو کر علم و تحقیق کے کچھ مراحل نہ طے کیے ہوئے ہوں۔ اس مباحثہ کو سمجھنے کے لیے فلسفۂ الٰہیات کو پڑھنے اور قدیم یونانی منطق کو جاننے کی ضرورت نہیں۔

یہ مباحثہ چند نشستوں میں مختلف صلاحیتوں اور افکار کے حامل افراد کے ساتھ گفتگو کے نتیجے میں مکمل ہوا۔ اس مباحثہ کا مواد صرف مصنف کی فکر کا تراشا ہوا نہیں ہے بلکہ حاضرین کی طرف سے پیش کیے جانے والے ہر طرح کے اندیشوں، شکوک اور سوالات کو زیر بحث لانے کی اور انھیں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مصنف نے اس مقصد سے کہ سوالات و شبہات کے تمام گوشے اور پہلو سامنے آجائیں جگہ جگہ حاضرین کی مدد کی ہے اور ان کے شبہات کو مزید وضاحت کے ساتھ پیش کر کے انھیں رفع کرنے کی تسلی بخش کوشش

کی ہے۔

بحث میں حصہ لینے والوں کے لیے جو نام لیے گئے ہیں اُن سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ نام ان ہی کے ہیں۔ حفظِ امانت کے پیشِ نظر حاضرین کے لیے نام مستعار لیے گئے ہیں۔

مصنف کے خیال کے مطابق اس کتاب کے مضامین کو میٹرک اور انٹر کے طلبہ تک بھی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اطلاعات اور معلومات رکھنے والے دوسرے افراد تو اور بھی زیادہ آسانی کے ساتھ اس کتاب سے استفادہ کرسکیں گے۔ غرض یہ کہ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق اس کتاب سے فیض حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہترین ہدایت دینے والا ہے۔

والسلام

امیرالمومنین حضرت علیؑ ابن ابیطالب نے فرمایا:

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے
جو
مخلوقات کی شباہت سے بلند تر،
توصیف کرنے والوں کے
تعریفی کلمات سے بالاتر،
اپنے عجیب و غریب نظم و نسق کی بدولت
دیکھنے والوں کے سامنے آشکار،
اور اپنے جلالِ عظمت کی وجہ سے وہم و گمان
دوڑانے والوں کے فکر و اوہام سے پوشیدہ ہے۔
وہ عالم ہے،
بغیر اس کے کہ کسی سے کچھ سیکھے،
یا علم میں اضافہ
اور کہیں سے استفادہ کرے۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۱۱)

تقریظ

آیۃ اللہ العظمیٰ آقای حاج شیخ محمد تقی آملی رضوان اللہ علیہ

تعریف اس خدائے لم یزل کی ہے کہ جس نے ہمیں خود پرستی کی تاریکی سے نکال کر خدا پرستی کی روشنی میں پہنچایا اور خدا شناسی کا دروازہ ہم پر کھول دیا اور اپنی معرفت کی راہ میں ہمیں اندھا نہیں بنایا۔

" الحمد للہ الذی عرفنا نفسہ ولم یجعلنا عمیان القلب "

اور بے شمار درود اس کے پیغمبرؐ محمود پر کہ جس نے مذہب حنیف کی جانب ہماری رہنمائی فرمائی اور ہمیں شرک سے نجات دی۔

" الحمد للہ الذی ھدانا بالاسلام وجعلنا من امۃ محمد صلی اللہ

علیہ والہ ولم یجعلنا من
سائر الامم وعلیٰ ذریتہ
الطہرین وانجبین بہم عرف
اللہ وبہم وحد وبہم عبد"

بصیرت رکھنے والے دانشمندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اہل معرفت نے خداشناسی کے بارے میں اپنی زبان اور اپنے قلم سے "اپنے خطبات و مقالات کے ذریعہ مختلف زبانوں میں کافی مواد لوگوں کے مطالعہ اور غور و فکر کے لیے فراہم کیا ہے، لیکن وہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود اہل تحقیق کے مقام بلند تک نہیں پہنچ سکے۔

یہ سعادت وحید زمان و نادرہ دوران آقای آقا میرزا محمد صادق (لسان المحققین) دام عمرہ کے حصے میں آئی اور انھوں نے ایک مبارک کتاب "خداپرستوں کی گفتگو دوسروں کے ساتھ" تحریر فرمائی۔

اس کتاب کے معزز ناظرین پر بخوبی واضح ہے کہ اس موضوع پر آج تک کسی شخص نے ایسے طرز و اسلوب کے ساتھ نہیں لکھا۔ یہ سعادت محترم مصنف کے حصے میں آئی اور یہ اعزاز ان ہی کو عطا ہوا۔

محمد تقی الآملی

۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ

بنامِ خدا

افی اللہ شک فاطر السمٰوٰت والارض!؟

کافی عرصے سے میں یہ سوچتا رہا کہ خالقِ جہاں کا کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے یا اس کے وجود کے بارے میں کس طرح شک و تردد سے دوچار ہوا جا سکتا ہے۔؟

جس چیز نے مجھے اس شک اور اندیشے کے خلاف جدوجہد پر آمادہ کیا وہ مادہ پرستوں کے ایک گروہ کی طرف سے خدا کے وجود کے بارے میں شکوک پیدا کرنے کی کوششیں تھیں۔

کیا ان لوگوں نے خدا کے موجود نہ ہونے کے بارے میں کوئی ثبوت حاصل کر لیا تھا ــــــ؟

نہیں ــــــ،

ایسی کوئی بات نہ تھی ــــــ،

اس کے باوجود ان مادہ پرستوں نے خداشناسی کی راہ کو اس قدر دشوار بنا رکھا تھا اور اس تیزی کے ساتھ حقیقت کے متلاشیوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی تھی کہ جس کا کوئی اندازہ نہیں۔

اس بارے میں مندرجہ ذیل سوال ابھرتا ہے۔

خدائے واحد کے پرستاروں کی آسمانی کتاب قرآن مجید کا دعویٰ ہے:

"خدا کے وجود کے بارے میں شک و تردّد کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔"

پھر کس طرح ایک گروہ شبہات اور ابہامات کا شکار ہو کر سوائے مادہ اور مادّی طاقتوں کے کسی ایسے وجود (خدا) کو نہیں مانتا جو خود مادہ کا خالق ہو؟

اس سوال کا جو جواب سامنے آیا وہ یہ تھا:

تمام آسمانی کتابیں جن میں قرآن بھی شامل ہے۔ خالق جہان کی تلاش و پہچان کو عقل اور وجدان کی ذمہ داری قرار دیتی ہیں اور کہتی ہیں:

"خدائے خالق کے وجود کے بارے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

تاہم یہ بات نہیں ہے کہ کسی شخص کو بھی اس بارے میں شک و تردّد لاحق نہ ہو۔

یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ فکر و خیال کا نہ ہونا اور چیز ہے اور اس کا غلط ہونا دوسری چیز۔ دنیا میں غلط افکار بہت ہیں اور وہ ناقص اور خام ہیں۔ اگر ہر شخص اس طریقے سے راہ طے کرے جیسے اسے طے کرنی چاہیے تو وہ یقیناً اپنے مقصد اور اپنی منزل پر جا پہنچے گا۔

آیت : افی اللہ شک ..... کی جو دوسری تفسیر کی جاسکتی ہے، وہ یہ ہے :

"کیا اس بات میں شک کی کوئی گنجائش ہے
کہ مخلوق کے لیے خالق ضروری ہے ؟"

کون سا عقلمند اور کون سا سمجھ اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ کسی موثر کے بغیر اثر اور کسی صاحب نشان کے بغیر نشان اور کسی خالق کے بغیر کوئی مخلوق وجود میں آسکتی ہے۔

مادہ پرستوں کا ایک گروہ جو مادہ کے خواص اور آثار سے دلچسپی رکھتا ہے اس کا دل اور آنکھیں تاریک ہوگئی ہیں اور وہ خالق جہاں پر ایمان سے محروم ہوگیا ہے۔ اس گروہ سے تعلق رکھنے والوں نے خدا کے وجود میں شک کیا جبکہ شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

کیا روشن سورج کے وجود کے بارے میں کسی شک کی گنجائش ہے ؟

اگر سورج ابر کے پیچھے چھپ بھی جائے تو بھی اس کی درخشانی اور اس کا نور اس کی موجودگی کا روشن ترین ثبوت ہوتا ہے۔

خدا کے وجود میں شک کی یہ بات اندھے اور فریب خوردہ لوگوں کے یا پھر ان لوگوں کے خیالات کے خلاف نہیں ہے۔ جنھوں نے خود کو سورج کی روشنی سے چھپا رکھا ہے اور اندھیرے گوشوں میں گھسے ہوئے ہیں۔

میری یہ دلی خواہش تھی کہ اس طرح کے افکار سے کچھ واقفیت حاصل کروں اور اس حلقے سے تعلق رکھنے والے تمام گروہوں کے افکار ان کے سرچشمۂ خیال اور ان کی زبان سے آگاہ ہوسکوں۔

خوش قسمتی سے مجھے معلوم ہوا کہ ایک جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ اس طرح

کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے کی میری پرانی خواہش تھی۔

دراصل مادہ پرستوں کا ایک گروہ اور فی الوقت جھوٹے خدا پرست بھی کہ جنھوں نے اپنے حریفوں کے مقابل اپنی روحانی قوت گنوادی تھی اور متزلزل ہو گئے تھے۔ سرگرم عمل ہو گئے۔

اس گروہ نے مسلسل مجالسِ مذاکرہ منعقد کرنی شروع کر دی تھیں جن کا مقصد خدا اور اس کے وجود کے مخالف نظریات کو فروغ دینا تھا۔

کچھ سادہ لوح لوگ بھی ان کے جلسوں اور مجالس میں شرکت کرنے لگے اور خدا پرستی کی جو تھوڑی بہت پونجی ان کے پاس رہ گئی تھی وہ بھی ان کے ہاتھوں سے نکلنے لگی۔

اس گروہ کی جرأتیں اس قدر بڑھ گئیں کہ اس سے تعلق رکھنے والے "ھل من مبارز" (ہے کوئی مقابل آنے والا) کا ڈنکا پیٹنے لگے۔

وہ اس زعم میں مبتلا تھے کہ دورِ جدید کی علمی زبان میں کون ان کے آگے ٹک سکتا ہے۔ ان کی یہ باتیں اور دعوے وقتاً فوقتاً میرے کان میں بھی پہنچتے رہے۔

آخر کار کچھ ابتدائی پیش قدمیوں کے ساتھ میں نے بھی ان کی اس مجلس میں شرکت کا موقع حاصل کر لیا۔

آپ ذرا تصور فرمائیں،

ایک مذہبی شخصیت اپنے مذہبی لباس میں اس طرح کی مجلس میں شرکت کے لیے پہنچے تو لوگوں کا ردعمل کیا ہوگا؟

ظاہر ہے کہ بائیں بازو کے نظریات کی تبلیغ کرنے والے اس قماش کے لوگ مذہبی لوگوں کو پسند نہیں کرتے۔

پہلا سوال

جیسے ہی میں ان کی مجلس میں پہنچا معمول کے مطابق ملاقات اور باہمی تعارف کا عمل انجام پایا۔ بعض چہروں پر تمسخر آمیز مسکراہٹیں پھیل گئیں۔ اور سرگوشیوں کے ساتھ کچھ ہلکے ہلکے قہقہے، ساتھ ہی وہ اپنے اس ردعمل کو مجھ سے چھپانے کی بھی کوشش کر رہے تھے۔

آخر ان میں سے ایک نوجوان نے اٹھ کر سوال کیا:

خدا کو کس نے پیدا کیا ہے؟

محترم! میرے اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ خدا پرستوں کا یہ گمان ہے کہ خدا نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے۔ لیکن خود اس خدا کو کس نے پیدا کیا۔ اور وہ خود کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے؟

یہ سوال اس لیے ابھرتا ہے کہ علم کی رو سے ہر مخلوق کا کوئی نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے۔

الٰہی: محترم! آپ کے سوال ہی سے سند حاصل کرتے ہوئے میں یہ جواب دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کوئی مخلوق نہیں ہے کہ جس کے لیے کسی خالق کی ضرورت ہو۔ خدا ایک ایسی ناپیدا کنار ذات ہے کہ جس کا نہ کوئی آغاز ہے اور جس کی نہ کوئی انتہا۔ خود آپ کے بیان کے مطابق صرف دنیا کی مخلوقات ہی کسی خالق کی محتاج ہیں۔ اور وہ موجود جو مخلوق نہ ہو اسے کسی خالق کی ضرورت نہیں ہوتی۔

پھر یہ سوال کہ خدا کو کس نے پیدا کیا؟

اس سوال کے مخاطب صرف خدا پرست ہی نہیں ہیں بلکہ یہ سوال ایک دوسرے انداز میں خود مادہ پرستوں کے سامنے آتا ہے۔

دنیا کی سب سے پہلی چیز، مادہ جس کے ذریعہ قسم قسم کی مخلوقات وجود میں آئیں، خود اسے کس نے پیدا کیا اور وہ کہاں سے آیا؟

خورشید: گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دنیا میں قسم قسم کی مخلوقات کے علاوہ بھی کوئی ایسی چیز اپنا وجود رکھتی ہے جس کا کوئی آغاز نہیں، کیا کسی ایسے وجود کا تصور ممکن ہے جس کا کوئی آغاز نہ ہو؟

السّعی: عالمِ ہستی دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔

یا تو خود دنیا بغیر کسی آغاز کے ہے اور ازلی ہے؟ یا پھر خالقِ ازلی جو دنیا سے ماوراء ہے اُس نے اِسے پیدا کیا ہے۔

آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

خورشید: پہلے آپ اس کی وضاحت کریں کہ ازلی سے آپ کی کیا مراد ہے؟

السّعی: جیسا کہ اشارہ کیا گیا۔ ازلی اس موجود کو کہتے ہیں کہ جس کا کوئی آغاز نہ ہو۔ اور کسی صورت میں عدم و نیستی اس سے منسوب نہ کی جاسکے۔ ایک ایسے موجود کا ابدی ہونا بھی ناگزیر ہے۔

یعنی جس طرح کہ اس کا کوئی آغاز نہیں ہے اسی طرح اس کی کوئی انتہا بھی نہیں ہے۔ اس طرح کا موجود بلکہ ایسا وجودِ حقیقی دوسرے کا محتاج تھا اور نہ ہے۔ اس کے کمالاتِ وجود میں سے یہ بات ہے کہ وہ جو کچھ رکھتا ہے از خود رکھتا ہے۔ ان معنوں میں نہیں کہ اس نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے۔ کیونکہ ایسا مفروضہ دو اعتبار سے محال ہے:

(۱) اس نے کبھی ضرورت و حاجت کا ہاتھ اپنے سے ماورا، دراز نہیں کیا۔

(۲) تمام مخلوقات کو اسی نے خلق کیا ہے۔

حاضرین میں سے ایک گروہ نے پوچھا:

جناب محترم! فی الواقع ایسا کوئی وجود عقل میں نہیں آسکتا۔ ازلی سے کیا مراد ہے ——— ؟ علم سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کوئی چیز اپنے آپ سے موجود نہیں ہے۔

الٰہی: یہ کیسی نامعقول بات ہے۔

خواہ خدا پرست ہو یا مادہ پرست، اس بات کو کسی نہ کسی صورت میں اس کے لیے قبول کرنا ناگزیر ہے۔ ایک وجودِ ازلی کا تصور کیوں معقول نہیں ہے؟

آپ کی غلط فہمی یہ ہے کہ:

آپ مخلوقاتِ جہان کے لیے مادہ کی ضرورت کو پورے عالمِ وجود کے پلڑے میں ڈالتے ہیں۔ خواہ یہ عالمِ وجود ازلی ہو یا غیر ازلی۔ جس علم نے یہ بات ثابت کی ہے اس کا سروکار مادہ ہی سے ہے اور اس کا فیصلہ بھی مادی دنیا سے متعلق ہوگا۔

خورشید: جنابِ محترم! عالمِ وجود یعنی مادہ، یعنی فطرت، وجود و موجود کے دوسرے معنی مادہ اور فطرت کے سوا اور کوئی نہیں ہیں۔ مادہ بھی علم کے فیصلے کی رو سے مخلوق ہے اس لیے وہ اپنا آغاز رکھتا ہے۔

الٰہی: یہ بات درست ہے کہ مادہ وجود رکھتا ہے اور موجودات میں سے ہے نہ یہ کہ وجود مادہ کے لیے خاص ہو۔ کیونکہ اس کا نتیجہ موجودات

کے وجود سے انکار یا پھر غیر مادی موجود کے اقرار کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

خورشید: اس کی دلیل یہ ہے کہ:
ہم نے کسی غیر مادی موجود کو کبھی نہ محسوس کیا ہے اور نہ اسے پایا ہے۔

الٰہی: جناب محترم!
کیا کسی غیر مادی وجود کو نہ پانے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ فی الواقع موجود نہیں ہے اور کسی غیر مادی وجود کو محسوس نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔؟
کیا آپ دنیا کی قسم قسم کی تمام موجودات سے آگاہ ہو چکے ہیں؟
کیا کوئی بھی چیز آپ کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے؟ کہ جس کے نتیجے میں آپ کے اس دعوے کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ آپ اگر کسی چیز کو نہیں پا رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ موجود ہی نہیں ہے۔

خورشید: انسان جب تک کسی چیز کو نہیں پائے گا اسے نہیں دیکھے گا۔ اور اسے محسوس نہیں کرے گا، تو پھر وہ اس کے وجود و عدم وجود کی تصدیق کیسے کرے گا؟

الٰہی: جب آپ یہ فرماتے ہیں تو اپنی کہی ہوئی پہلی بات کی اس طرح سے اصلاح فرمالیں:
"کسی ازلی اور "غیر مادی" وجود کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ فی الواقع موجود ہے۔ ممکن ہے کہ وہ موجود ہو..."

منوّر: جناب محترم! ممکن ہے کہ آپ ہمارا ہاتھ تھام کر ہماری رہنمائی فرمائیں اور "میں نہیں جانتا" کے اس مقام سے نکال کر "میں جانتا ہوں"

کی منزل تک ہمیں پہنچا دیں ۔ بتایئے کہ کس طرح ایک موجودِ ازلی دنیا میں اپنا وجود رکھتا ہے ؟

الٰہی : صاحبانِ محترم !

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کائنات میں ایک ایسے وجود ازلی کے موجود ہونے کی تصدیق کے لیے صرف خدا پرستوں پر انحصار ضروری نہیں ہے ۔ خدا پرست اور مادہ پرست دونوں اپنے اپنے عقیدے کے مطابق ایک ایسے وجود کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں ۔

یہ بات دو حالتوں سے خالی نہیں ہے ۔

اس پوری کائنات میں کوئی وجود ازلی موجود ہے ۔

یا ——

پھر وہ موجود نہیں ہے ۔

محترم حاضرین ! ان دونوں میں سے کون سی بات آپ منتخب فرمائیں گے تاکہ اسی کے اعتبار سے میں آپ سے گفتگو کر سکوں ۔ اس مناظرہ کے دوران میری کوشش یہ ہوگی کہ روشن ترین اور شائستہ ترین راستوں کو اختیار کروں ۔

"لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ"

کسی بھی عقیدے کو قبول کرنے کے لیے جبر نہیں کیا جا سکتا ۔

کیا آپ اس بات سے اتفاق فرمائیں گے کہ ہم اس بحث میں حصہ لینے والے محترم حضرات کے قدم بہ قدم آگے بڑھیں اور ہر قدم پر آپ سب سے تصدیق حاصل کر کے حقیقت کی جانب سفر جاری رکھیں ؟

جو کچھ بہت زیادہ دور نہیں ہے ۔

" کلِ عالمِ وجود " ایک ایسا جامع کلمہ ہے جو خدا پرستوں کے خدا اور مادہ پرستوں کے مادہ دونوں کا احاطہ کرتا ہے۔

راہِ واحد

خود پرستی سے خدا پرستی کی جانب جانے کا واحد راستہ یہ ہے:

(۱) ــــ کائنات میں کوئی وجودِ ازلی موجود ہے۔

(۲) ــــ مادہ ازلی نہیں ہے۔

(۳) ــــ مادہ کے اُس جانب دو قدم طے کرنے کے بعد جو موجود ہے وہ ازلی ہے اور وہ ہر طرح کے کمال کا مرکز اور وہی دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔

شہریار : محترم! آپ کے ساتھ چلنا بہت مشکل ہے۔ ہم تو پہلے دعوے ہی کا انکار کرنے والے ہیں۔ جناب! پوری دنیا میں کوئی ازلی وجود موجود ہی نہیں ہے، آپ یہ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟

الٰہی : یہ آپ کی جلد بازی کا ایک نمونہ ہے۔

میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ہماری اس گفتگو کا ہدف ان تین قدموں کا اٹھانا ہے۔ اب ہم پہلا قدم اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ کائنات میں کوئی وجودِ ازلی موجود نہیں ہے ہم بھی آپ کے ساتھ عدم سے وجود کی جانب سفر کرتے ہیں۔

آپ کی گفتگو کا مطلب یہ ہے:

" پوری کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی کہ جس کا آغاز نہ ہو۔ سب ہی چیزیں، اختلافِ زمانہ کے ساتھ،

کبھی اپنا کوئی وجود نہیں رکھتی تھیں اور بعد میں وہ ظہور میں آئیں۔"

محترم اصحاب! کیا میں نے آپ کے اس مفہوم کو ٹھیک ٹھیک سمجھا ہے؟

شہریار: آپ نے ٹھیک فرمایا۔

لیکن پھر خدا کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے ــــ کیا فرق پڑتا ہے ــــ وہ بھی آپ کے خیال کے مطابق اس جہانِ ہستی کے زمرے میں آتا ہے۔

الٰہی: ابھی کوئی خاص نام دینے کا مرحلہ نہیں آیا ہے۔ صرف یہی کلمہ "کل عالم وجود" بحث کا موضوع بننے کے لیے کافی ہے۔ اس کلمے کے مفہوم میں تمام موجودات شامل ہو جاتی ہیں۔

محترم صاحبان!

میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ سوال آپ سب کی جانب سے ہے، اس بات کے نتیجے کو بھی آپ قبول کرنے کے لیے تیار ہیں کہ ــــ "کائنات میں کوئی ازلی وجود موجود نہیں ہے؟"

تمام موجودات کا سابقہ عدم سے ہے۔ ہم جس قدر بھی پیچھے کی جانب لوٹیں گے ہمیں یہی معلوم ہوگا کہ کسی کا بھی وجود نہیں تھا اور سب کو بعد میں وجود حاصل ہوا۔

یہاں ہم اس پہلے استدلال کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کا آغاز جناب خورشید نے یہ کہہ کر کیا تھا کہ:

"ہر مخلوق کا ایک خالق ہے، پھر خدا کا خالق کون ہے؟"

ٹھیک یہی سوال ہم مادہ پرستوں اور منکرین خدا سے کرتے ہیں:

دنیا کا پیدا کرنے والا، جو مظہر قدرت ہے۔ کون ہے؟

یہ معاملہ تین حالتوں سے خالی نہیں ہے۔

(۱) —— کیا آپ اس مسلّمہ عقلی، علمی اور بدیہی اصول کا انکار کریں گے جس کی جانب خود آپ نے اشارہ کیا ہے کہ بعض مخلوقات بلاخوف تردید خود خالق ہوں ؟!

(۲) —— دنیا کا پیدا کرنے والا خود عالم مادّہ کی جنس میں سے ہو اور اسی حکم کے تحت آتا ہو۔

(۳) —— وجودِ ازلی نے جو مادہ سے ماورا ہے اور مادہ کے حکم سے باہر ہے مادہ کو پیدا کیا ہے۔

اب آپ ان تین باتوں میں سے کون سی بات قبول کرنا چاہیں گے ؟

جمشید: ہمارا کہنا یہ ہے کہ اس کائنات کی کوئی انتہا نہیں اور جو چیز بے نہایت ہو وہ مخلوق نہیں ہے کہ اس کے لیے خالق کی ضرورت ہو۔ کل کا کوئی آغاز نہیں ہوتا اگرچیکہ اجزا میں سے ہر جزء کا ایک آغاز ہوتا ہے۔

الٰہی: بے نہایت سے آپ کی مراد کیا ہے ؟

جمشید: یعنی ہم جس قدر بھی پیچھے لوٹیں گے ہم ایسے کسی زمانے میں نہیں پہنچیں گے کہ جہاں کوئی عالمِ کل موجود نہ ہو۔

الٰہی: کیا وہ اپنا آغاز نہیں رکھتا ہے یا آپ خود اس کی اوّل و ابتدا تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

جمشید: جی اس کی کوئی ابتدا نہیں ہے۔

الٰہی : اس صورت میں وہ مفروضہ جواب تک بحث کی بنیاد تھا۔
یعنی : " عالم بالکلیہ طور پر حادث (مخلوق) ہے، تمام موجودات کی ایک ابتدا ہے۔" اس بنیاد کو آپ نے بدل دیا اور آپ نے ازلیت کائنات کی بے آغازی کا اعتراف کر لیا۔ اس لیے کسی چیز کے ازلی ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ عدم سے سابقہ نہیں رکھتی۔

مہرداد : جناب محترم!
مقصد یہ ہے کہ نہ یہ اور نہ وہ۔ یہ بھی اور وہ بھی۔ آپ نے سمجھ لیا اس سے میری مراد کیا ہے۔؟
دنیا..... اس کی موجودات میں سے ہر ایک کی ابتدا ہے افراد اپنا ایک آغاز رکھتے ہیں لیکن کل کے اعتبار سے افراد آغاز نہیں رکھتے۔
اب آپ کیا فرماتے ہیں ؟
عدد کی کوئی انتہا نہیں ہے، وہ بے نہایت ہے لیکن معدودات میں سے ہر ایک حادث ہے یعنی مخلوق ہے یا وہ اپنی ابتدا رکھنے والا ہے۔

الٰہی : سب سے پہلے میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ کے مفروضے کے مطابق یہ بے نہایت عدد، مخلوقات اور ان کے خالقوں سے مرکب ہے یا سب مخلوقات ہیں ؟

مہرداد : اگر آپ چاہیں تو پہلے مفروضے کو لے لیجیے۔ آپ بھی تسلسل سے ڈرتے ہیں۔ کوئی ڈر نہیں۔ کس نے کہا کہ تسلسل محال ہے ؟

الٰہی : ہم راستے کو مختصر کرتے ہیں۔ فرض کر لیجیے کہ تسلسل محال نہیں ہے۔ کیا اس تسلسل کے تمام افراد میں سے کوئی ایک فرد

بھی ایسا ملتا ہے کہ جس کی کوئی ابتدا نہ ہو؟

مہرداد : سب اپنا آغاز رکھتے ہیں یعنی ہر ہر جُز اپنی ابتدا رکھتا ہے لیکن کلُ اپنی ابتدا نہیں رکھتا۔

الٰہی : یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی چیز اپنی ابتدا رکھتی ہو اور وہ ازلی بھی ہو اور بے آغاز بھی۔ کیا افراد کا مجموعہ خود افراد سے الگ کوئی چیز ہے؟

اب کہ آپ کے اعتراف کے مطابق تمام افراد مخلوق ہیں، تو بحیثیت مجموعی کل عالمِ وجود مخلوق ہے۔ اور وہ اپنی ایک ابتدا رکھتا ہے اور اس اصول کی رو سے وہ ایک خالق کا محتاج ہے ایک ایسے خالق کا جس کی کوئی ابتدا نہ ہو۔

انجینئیر رشید : جناب محترم! آپ نے اپنی باتوں سے اس جوان کو الجھا دیا ہے۔ محترم! یہ کیسے ممکن ہے کہ دنیا کو تشکیل دینے والی موجودات کے افراد و اجزا لامتناہی تسلسل کے مفروضے کی بنیاد پر ایک کل کا جز ہوں اس کے باوجود وہ بحیثیت مجموعی اپنی کوئی ابتدا اور نتیجتاً اپنی ایک انتہا بھی رکھنے والے ہوں۔

الٰہی : ہم نے اسی دلیل سے ثابت کیا کہ ایسے اجزا اور افراد جو اپنی ایک ابتدا رکھتے ہیں ان کا بے آغاز اور بے نہایت ہونا اصولاً کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

یا پھر یہ کہا جائے کہ یہ سارا سلسلۂ موجودات حادث ہے۔ نتیجتاً یہ اپنی ایک ابتدا اور انتہا رکھتا ہے۔ یا پھر اس کے برعکس یہ لامتناہی ہے اور نتیجتاً یہ اپنی کوئی ابتدا بھی نہیں رکھتا۔

اس صورت میں اگر اس سلسلۂ اسباب کے مجموعے کے لیے کوئی آغاز ثابت ہو جائے تو لامتناہی ہونے کا مفروضہ خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔

دنیا کا ایک آغاز بھی ہے اور اس کی انتہا بھی اور پھر یہ لامتناہی بھی ہے۔ اس اشکال کے پیدا ہونے کی وجہ بھی آپ کا سلسلۂ اسباب کے لامتناہی ہونے کا مفروضہ ہے۔

میں اپنے اس سوال کو دہرانا چاہوں گا کہ اس مجموعۂ موجودات کے تمام اجزا کے درمیان جو آپ کے مفروضہ کے مطابق لامتناہی ہیں کیا اس کا کوئی جز یا فرد ایسا مل سکتا ہے جو اپنی کوئی ابتدا نہ رکھتا ہو؟

مجھے معلوم ہے کہ یہ بات آپ کے مفروضے کے خلاف ہے۔

ناچار ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ سب اجزا اپنی کوئی ابتدا ضرور رکھتے ہیں اور ان کا مجموعہ بھی جو خود ان سے مل کر بنا ہے اپنی ایک ابتدا رکھتا ہے۔ اس بنا پر اس طرح کے اجزا و افراد کے لامتناہی ہونے کا مفروضہ خود بخود غلط ہو جائے گا۔

ڈاکٹر جاوید: جناب محترم! گفتگو کا رخ تبدیل کرنے کی اجازت دیجیے۔ ہم نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ پوری دنیا مخلوق ہے۔ اس بات سے آپ کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں؟

الــــہی: ہم اس مسلّم اصول کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ہر مخلوق کا ایک خالق ہے۔ محترم! اس صورت میں ساری کائنات کا پیدا کرنے والا کون ہے؟

اس وقت جبکہ دنیا اور اس کی موجودات کا نام و نشان نہیں تھا تو اسے کس نے پیدا کیا اور کیوں پیدا کیا؟ اس کا خالق عدم ہے؟

یا کائنات خود اپنی خالق ہے ؟ یا کوئی کائنات سے ماوراء طاقت اس کی خالق ہے ؟

انجینئیر رشید : اب کہ جب بحث کا رُخ بدل گیا ہے تو مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیجیے ۔

الٰہی : فرمایئے ۔ آپ نے درست کہا کہ گفتگو کا رخ بدل گیا ہے ۔ مجھے توقع ہے کہ آپ کوئی ایک فقرہ کہہ کر خاموش نہیں ہو جائیں گے ۔

رشید : اس چوتھے مفروضے کو بھی بحث میں شامل کر لیجیے کہ دنیا ایک حادثے کے طور پر اتفاقاً وجود میں آگئی ۔

الٰہی : یہ مفروضہ بھی اس سے قبل ذکر کردہ تین مفروضوں میں سے ایک کی جانب لوٹتا ہے ۔ کیونکہ اتفاق یا حادثہ وجود کی قسم میں سے ہے یا پھر وہ عدم کی نوع سے تعلق رکھتا ہے ۔ پہلی صورت میں اتفاق یا حادثہ کا اطلاق دنیا پر ہوگا یا دنیا سے ماوراء کسی طاقت پر ۔

رشید : میں نے حادثے کی بات کی تھی اور آپ وجود و عدم کے مسئلے کو درمیان میں لے آئے ۔

الٰہی : کیا یہ بات ممکن ہے کہ حادثہ کوئی ایسی چیز ہو کہ جسے نہ موجود کہا جا سکے اور نہ معدوم ۔

یا آپ کا یہ حادثہ ایک مہمل اور بے معنیٰ لفظ ہے ؟ آخرکار یہ مذکورہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا ۔

میں دائرۂ ادب سے قدم باہر نکالتے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ جناب نے ایک بے معنیٰ بات کہی ہے ۔ یقیناً ان کی بات کوئی معنیٰ رکھتی ہے ۔

رشید : میری مراد یہ ہے کہ دنیا کے وجود میں آنے کا حادثہ خود بخود بغیر کسی سبب کے ظاہر ہوا۔

الٰہی : یہ بات پہلے ذکر شدہ دو مفروضوں میں سے ایک کی جانب لوٹتی ہے۔ کیونکہ خود بخود کا مطلب یہ ہے کہ کائنات نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے اور "بغیر کسی سبب کے" یعنی کوئی دوسرا اس کا پیدا کرنے والا نہیں ہے۔

رشید : عدم نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ نیستی سے ہستی ظاہر ہوئی۔ خدا پرست بھی کچھ اس طرح کی بات کہتے ہیں کہ خدا نے دنیا کو عدم سے پیدا کیا ہے۔

الٰہی : خدا پرستوں کی بات کا مطلب اچھی طرح واضح ہو جانا چاہیے ان کی مراد آپ کے اس بیان سے بہت مختلف ہے۔

خدا پرست یہ نہیں کہتے کہ دنیا عدم کے ذریعہ وجود میں آئی ہے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ دنیا موجود نہیں تھی، خدا نے اسے پیدا کیا نہ کہ عدم سے پیدا کیا۔

نہیں ——— !

اس نے دنیا کو اپنے ارادے سے پیدا کیا۔

لیکن آپ فرماتے ہیں کہ دنیا کا پیدا کرنے والا عدم ہے۔ واضح طور پر اس بات کا مطلب خالق کائنات کا انکار ہے۔ دنیا تو سراسر ایک مخلوق ہے۔ آپ نے تو صرف الفاظ کو تبدیل کیا ہے۔

جناب محترم! کیا عدم اور نیستی اپنے اندر کوئی طاقت رکھتے ہیں کہ وہ دنیا کو پیدا کر سکیں۔ دنیا کی حقیر ترین اور چھوٹی سے چھوٹی چیز

کے پیدا کرنے کے لیے قوت کی ضرورت ہوتی ہے. کجا کہ یہ عظیم کائنات جس کے گوناگوں رُخ ہیں اور جس کی رنگینیاں بے شمار اور حیرت انگیز ہیں. آپ نے اس عقلی اور علمی قاعدے سے بچنے کے لیے کہ "ہر مخلوق کے لیے خالق ضروری ہے" عدم کے بارے میں یہ فرض کر لیا کہ وہ ہستی اور قوت کا حامل ہے.

کیا یہ میں نے صحیح نہیں کہا۔ ؟

رشید : بہت خوب! یہ کائنات طاقت کے ذریعہ اور ہستی کے ذریعہ وجود میں آئی۔ تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ وہ طاقت خدا ہے۔ اس صورت میں تو آپ بھی مذکرہ علمی قاعدے کے پابند ہوں گے پھر بتائیے! خدا کو کس نے پیدا کیا ؟

الٰہی : میں کتنی بار اس بات کو دہراؤں کہ :

مخلوق کو خالق کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ ہر موجود کو۔ کیا موجود کے معنی مخلوق کے ہیں ؟

یہ سوال تو خود ہماری بحث کا موضوع ہے اور ہم اس کا کوئی جواب چاہتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک اصولی سوال ہے کہ :

اسے کس نے پیدا کیا ؟

لیکن اس سوال کا تعلق اُن موجودات سے ہے جو حادث ہیں اور مخلوق ہیں نہ کہ ہر موجود سے. خواہ وہ ازلی و بے آغاز ہو یا مخلوق و حادث۔

یہ تو مخلوق ہے جس کو خالق کی ضرورت ہوتی ہے. اس موجود کو خالق کی ضرورت نہیں ہوتی جو ازلی اور بے آغاز ہو۔ اس کی تو

کوئی ابتدا ہی نہیں ہے کہ آغاز کی ضرورت پیش آئے۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ اسے خالق کی ضرورت نہیں۔

بصورتِ دیگر ہم خود مادہ پرستوں کی طرف اس سوال کو دہراتے ہیں۔ مادہ پرست کہتے ہیں،

طبیعت یا مادّہ ہی ہے جس نے اس کائنات کو وجود عطا کیا ــــــ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ؛

خود مادّہ کا پیدا کرنے والا کہاں ہے اور کون ہے ؟

اس سوال کا یہی جواب دیں گے کہ مادہ یا طبیعت مخلوق نہیں ہے کہ وہ اپنے خلق کیے جانے کے لیے کسی دوسرے کی محتاج ہو۔ وہ خود تمام آغاز رکھنے والی اور حادث موجودات کی اصل و بنیاد ہے۔

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ جب ہم طبیعت یا خدا دونوں میں سے کسی ایک کو ازلی اور بے آغاز مان لیتے ہیں تو پھر اس سوال کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا کہ اگر وجودِ ازلی نے کائنات کو پیدا کیا ہے تو خود اس وجودِ ازلی کو کس نے پیدا کیا ہے ؟

اصولی طور پر بے نیازی سے، بے آغازی یا ازلیت کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں اور پھر یہ نہیں پوچھا جا سکتا کہ اس کا آغاز کس نے کیا اور اسے کس نے پیدا کیا۔

رشید : اچھا اس دوسرے مفروضے کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے کہ

"اس جہان نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے۔"

الٰہی : یہ بات بھی پہلے مفروضہ سے کچھ کم نہیں ہے، جناب یہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔

کائنات اپنے وجود میں آنے سے قبل موجود رہی ہے۔

یا پھر وہ موجود نہیں رہی ہے؟

اگر رہی ہے ، رہی ہے اور رہی ہے.........

...... ازل تک تو پھر وہ ازلی کہلائے گی، اسے کسی خالق کی ضرورت نہیں، خواہ وہ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والی ہو، خواہ وہ اپنے غیر کو پیدا کرنے والی ہو۔

اور کائنات اگر موجود نہیں رہی تھی تو پھر ایک موجود نہ رہنے والی اور نیست کہلانے والی ذات کس طرح کائناتِ ہست کو وجود میں لا سکتی ہے.........

پہلے مفروضے کی طرف لوٹیے!

ڈاکٹر جاوید : کیا خدا پرست یہ نہیں کہتے کہ:

خدا ——— یعنی خود آ ، جو خود آیا۔ یعنی اس نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ———؟

الٰہی : ہرگز......... ہرگز......... ایسا نہیں ہے ، یہ توجیہ عقل کے بھی خلاف ہے اور دو متضاد و متناقض باتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) ——— ایک وجود نے اپنے آپ کو پیدا کیا۔ یعنی وہ پہلے سے موجود تھا اور بعد میں اس نے خود کو پیدا کیا۔

(۲) ——— خدا مخلوق ہو، یعنی وہ خدا نہ ہو بلکہ مخلوقات

کی طرح پیدا ہوا ہو۔

میرا گمان یہ ہے کہ آپ کی اس بات کی جڑیں عیسائیوں کی بعض بے معنی باتوں سے ملتی ہیں۔ وہ خدا کے بارے میں نامعقول تصورات رکھتے ہیں۔

جاوید: اتفاقاً آپ کی یہ بات درست ہے۔ امریکہ کے "مسٹر ہاکس" نے اپنی کتاب "قاموس مقدس" میں قدیم و جدید کتاب "توریت" و "انجیل" کے مطالب کی وضاحت کے عنوان کے تحت خدا کے ان کلمات کو نقل کیا ہے:

"خدا یعنی جو خود سے وجود میں آیا اور فطرت خداوندی سے مراد تین مساوی جوہر رکھنے والے اقنوم: باپ، بیٹا اور روح ہیں۔"

الٰہی: میں نے اپنی کتاب "بشارت عہدین" میں "قاموس مقدس" کی اس لغزش کا ذکر کرتے ہوئے اس پر وہی سابقہ اعتراض کیا ہے۔

جاوید: اچھا آگے بڑھیے! اب آپ کیا فرمائیں گے، بتائیے، دنیا کس چیز سے وجود میں آئی۔؟

الٰہی: آپ ہی بتائیں، جب پہلے دو مفروضے غلط اور نامعقول قرار پائے تو کیا تیسرے مفروضے کے سوا کوئی اور راہ باقی رہتی ہے کہ ــــــ "کائنات اپنے سے ماوراء طاقت کے ذریعے وجود میں آئی؟"

جاوید: دنیا سے ماوراء کسی چیز کا تصور نہیں کیا جا سکتا، ماوراء جہان سے کیا مراد ہے؟ مادہ کی دیوار کے پیچھے۔ یعنی نیستی، عدم

اس سے بھی گرہ نہیں کھلتی۔ ہمیں ان ہی پہلے دو مفروضوں کی طرف لوٹنا ہوگا ــــــــ!!

الـٰـہی : شاید آپ کی نظر اس طرف نہ گئی ہو، جناب خورشید سے اس سلسلے میں پہلے ہی بعض نکات پر گفتگو ہو چکی ہے۔

حاضرین محترم!

کیا دنیا مخلوق ہے، کیا مادہ کے معنی ہستی کے نہیں ہیں اور ہستی کے معنی مخلوق اور مادّے کے نہیں ہیں؟

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہستی کے معنی مادہ کے ہیں لیکن آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہستی کا انحصار مادہ اور ہر محسوس ہونے والے موجود پہ ہے۔

مادہ پرست، جن کی نظر مادہ اور اس کے خواص تک محدود رہتی ہے کہتے ہیں کہ:

"ہمیں مادہ کے سوا کوئی اور موجود نظر نہیں آتا"

اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نہیں ہے۔ لیکن کیا کسی چیز کو نہ پانا اس کے نہ ہونے کے برابر ہے۔

ہم اس جہانِ مادہ کی بہت سی چیزوں کو اب تک دریافت نہیں کر سکے ہیں! تو ہمیں اس بنا پر ان کے وجود سے ہی انکار کر دینا چاہیے ــــــــ،

اصولی طور پر تجربہ اور احساس اپنے عمل کی روشنی ہی میں کوئی حکم لگا سکتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں ناقص ہوتے ہیں اور وہ اپنے سے ماورا کسی دوسری چیز کی روشنی میں حکم نہیں لگا سکتے۔ بلکہ ہمارے

حواس میں سے ہر ایک حاسّہ تمام محسوسات کا ادراک کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

بینائی کی حس صرف دیکھ کر ادراک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ سُن کر، چکھ کر، سونگھ کر اور چھو کر چیزوں کا ادراک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں:

اگر آپ کسی میوے کے میٹھے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا مجھے اس میوے کو چکھے بغیر اس کی شیرینی کا انکار کر دینا چاہیے اور وہ بھی اس دلیل کی بنیاد پر کہ میری آنکھ اس کی شیرینی کو دیکھنے سے قاصر ہے۔

اب کہ ہمارے حواس میں سے ہر حاسّہ بعض محسوسات ہی کی حد تک محدود ہے تو کیا یہ بات عاقلانہ ہو گی کہ ان حواس سے کہ جو صرف خاص محسوسات کے تحت کام کرتے ہیں، حواس سے ماوراء کسی موجود کو دریافت کرنے کی توقع رکھیں؟

اگر ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے، بلکہ اپنے سارے پانچ حواسوں کے ذریعہ بھی اس کا ادراک نہیں کر سکتے تو کیا ہم یہ نتیجہ اخذ کریں کہ خدا کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔؟

کیا یہ نتیجہ درست ہے کہ جو محسوس نہ ہو وہ موجود نہیں ہے ———؟

بعض محسوسات تو ادراک کی قدرت سے باہر ہوتے ہیں جیسے قوتِ ثقل۔ یہ مادّی قوت ہے لیکن ہمارے حواس اس کا ادراک

نہیں کر سکتے تو خدائے نامحسوس کا کس طرح ہم اپنے حواس سے ادراک کر سکتے ہیں۔

آپ چاہتے ہیں کہ ہم ان کند اور ناقص حواس کے ذریعے سے جو بعض محسوسات کے ادراک تک سے قاصر ہیں خدائے نامحسوس کا ادراک کریں۔

آپ وسائل حسّی کے نقطۂ نظر سے خدا کے بارے میں صرف ایک ہی بات کہہ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ :

"میں نہیں جانتا ——— کہ خدا موجود ہے یا نہیں"

کیونکہ ادراک کے مادّی وسائل اس کی ذات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

لیکن بہرصورت ۔"میں نہیں جانتا کہ خدا ہے" کہنے کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ :

"میں جانتا ہوں کہ خدا نہیں ہے"

جاوید : ہم بھی یہی کہتے ہیں ، آپ کے بیان کے مطابق مادّہ سے ماوراء ایک طاقت ہے ، جس نے دنیا کو پیدا کیا ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ ایسی کوئی طاقت موجود ہے ۔ ہمیں نہیں معلوم کہ تیسرا مفروضہ "مادّہ سے ماوراء طاقت نے دنیا کو پیدا کیا ہے" درست ہے ——— یا ——— نہیں۔

الٰہی : جناب آپ نے خود اس بات کی تصدیق کی ہے کہ کسی ایسی ذات کی موجودگی ناگزیر ہے جس نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے اور یہ بات متذکرہ بالا تین مفروضوں سے باہر نہیں ہے ۔ پہلے دو مفروضے

قطعی طور پر اور عقلاً باطل اور محال ہیں۔ اس کے بعد تیسرے مفروضے کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اس بنا پر ہمیں یہ کہنا چاہیے:

مادہ سے ماوراء طاقت کہ جس نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ وہ موجود ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے اور کیسی ہے ——؟ ہم نے اس کے بارے میں بس اسی قدر تسلیم کیا ہے کہ اس کا وجود دنیا کے وجود کے ماسوا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام پوشیدہ اور آشکارا اسرار و رموز سے واقف اور قدرت رکھنے والی ہے۔

مسٹر سارکس: جناب محترم!

میں نہیں جانتا کہ وہ طاقت کیا ہے اور کیسی ہے یعنی اس کی حقیقت کو جاننا ممکن نہیں، اس کی حقیقت کا ادراک حاصل کرنے کی راہ کے تمام امکانات مسدود اور کمزور ہیں۔

الٰہی: جی ہاں! خدا پرست ایک ایسے ہی خدا کو پہچانتے ہیں۔

سارکس: تو پھر آپ ہم عیسائیوں کے اس عقیدے پر کیوں اعتراض کرتے ہیں کہ خدا تین اور ایک ہے۔ یعنی باپ بیٹا اور روح القدس ایک ہی ہیں۔ اور ایک ہوتے ہوئے بھی وہ تین ہیں۔

خود آپ نے اپنی کتاب "بشارات عہدین" میں کس قدر ہمارے اس عقیدے کو جو ہمارے دین کی بنیاد ہے تنقید کا نشانہ بنایا ہے ہمارے اس عقیدے کے عقل میں نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ خدا انسانی عقول سے مافوق ہے۔ اس کی حقیقت تک کوئی عقل نہیں پہنچ سکتی۔

الٰـــہی : ان دونوں باتوں کو الگ الگ کرنے کی ضرورت ہے۔

① ——— ہم نشانیوں اور آثار کی بنیاد پر یہ جانتے ہیں کہ ایک طاقت موجود ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیسی ہے؟

② ——— دوسری بات یہ کہ کوئی چیز عقلاً محال اور ناممکن الوجود نہیں ہے۔

ذاتِ خداوندی کی حقیقت مافوق عقل ہے اور یہ کسی کی عقل میں نہیں آسکتی۔ لیکن آپ کی بات کہ خدا ایک ہے اور ایک ہونے کے ساتھ ساتھ وہ تین بھی ہے۔ خدا کے بارے میں یہ خیال نامعقول ہے یعنی محال ہے۔

جیسا کہ ہم نے کہا۔ خدا کے معنی خود آ کے ہیں یعنی جو اپنے آپ سے موجود ہے۔ اس کا نتیجہ دو محال باتیں ہیں جو جمع نہیں ہوسکتیں۔

ایک تو یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔
دوسرے یہ بھی کہنا کہ میں جانتا ہوں کہ اس کا یہ مفہوم نہیں ہے بلکہ اس کا کوئی دوسرا مفہوم ہے۔

مثلاً ہم جانتے ہیں کہ ایٹم ہے۔ لیکن ہم اس طرح اسے نہیں جانتے کہ اس کی نوعیت کے بارے میں کہہ سکیں کہ وہ کیا ہے۔ اس صورت میں اگر ہم یہ کہیں تو درست ہوگا کہ

"ہم نہیں جانتے کہ ایٹم کی حقیقت کیا ہے؟"

لیکن اگر کوئی شخص لاعلمی کے پردہ میں چھپی ہوئی اس

حقیقت کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ ایٹم اپنے داخلی نظام کے اندر متحرک بھی ہے اور ساکن بھی ۔ تو ہم اس کی اس بات کو مسترد کرتے ہوئے لازماً یہ کہیں گے کہ :

یہ غلط اور محال ہے ۔ ایٹم خواہ کچھ بھی ہو وہ اپنے اندر بیک وقت دو متضاد چیزوں کو جگہ نہیں دے سکتا ۔

خدا کے بارے میں بھی ہاں یہ کہنا چاہیے کہ خدا مسلمہ طور پر موجود ہے لیکن اس کی حقیقت واصلیت کو ہماری عقل نہیں سمجھ سکتی ۔

لیکن یہ پوشیدہ حقیقت ۔ اس حال میں کہ وہ ایک ہے اس کا تین بھی ہونا محال ہے ۔ یہ ایک تصورِ محال ہے ، دنیا کے ہر موجود کے بارے میں محال اور ناممکن ہے ۔ یہ موجودات خواہ پوشیدہ ہوں خواہ آشکار ۔

اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ خدا کی ذات مافوقِ عقل ہے البتہ خدا کے تین اور ایک ، ایک اور تین ہونے کا تصور غلط اور ناقابل فہم ہے ۔ یعنی یہ ایک ایسا تصور ہے جس کو عقل قبول نہیں کرتی اور اسے ناممکن قرار دیتی ہے ۔

ڈاکٹر منور : مجھے اپنے ساتھیوں سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اس قدر جلدی سپر انداز ہو جائیں گے ۔

صاحبانِ محترم !

جناب الٰہی نے ایک تیر سے دو شکار کیے ۔ ایک قدم اٹھا کر جیسا کہ پیش بینی کی گئی تھی دو قدم کا فاصلہ طے کر لیا ۔

انھوں نے ازلیت کو بھی اور خالق جہان کے واحد ہونے کو بھی اپنی دانست میں ثابت کر دیا۔

اب میں کہتا ہوں یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔

اور اب ہمیں پیچھے کی طرف لوٹنا چاہیے۔

جناب محترم!

یہ ساری اچھل کود اس خیال کی بنا پر دکھائی گئی کہ مادہ کی دنیا مخلوق ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں:

دنیا ازلی ہے، ہمیشہ سے ہے! مادہ پرستوں کا بنیادی تصور یہی ہے۔

مادہ کی ازلیت

یہ دنیا جو آج اپنی تمام صورتوں اور گوناگوں چہروں کے ساتھ نظر آرہی ہے ابتدا میں یہ ایک یکساں مادہ کی شکل میں تھی[1] اور یہی اولین مادہ ان تمام مخلوقات کی اساس ہے۔

بلاشبہ دنیا کے یہ مختلف چہرے اور شکلیں مخلوق ہیں لیکن اولین مادہ ازلی اور ان سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کی اپنی کوئی ابتدا نہیں ہے، وہ ازلی ہے اور کسی زمانے میں ایک ہولناک دھماکے کے نتیجہ میں اس نے ایٹم، سالمات اور مختلف اشکال پیدا کیں

---

[1] دنیا کے اولین مادہ کے بارے میں ہم نے مفصل بحث کتاب "ستارگان از نظر قرآن" میں اور کتاب "حوار بین الالہیین والمادیین" میں کی ہے۔ ان کتابوں سے رجوع کیجیے۔

اور یہ مسلسل اپنی توسیع اور نمائش میں مصروف ہے۔

الٰہی : ایسی بات نہیں ہے، میں اسی اعتراض کے انتظار میں تھا۔
اور مجھے امید ہے کہ ہم بحث کے اس نئے رُخ کے ساتھ خداپرستی کی منزل کی جانب پوری احتیاط اور بصیرت کے ساتھ قدم بڑھا سکیں گے۔
میں بحث کے آخر تک اپنے ارادے میں مستحکم رہوں گا۔
اور محترم حاضرین کے قدم بقدم حقیقت کی جانب سفر جاری رکھوں گا۔
اب ہم دوسرا قدم اٹھاتے ہیں۔
آخرکار آپ نے اس بات کی تصدیق فرمادی کہ کوئی ازلی طاقت دنیا میں اپنا وجود رکھتی ہے۔ مادہ ہو یا ماورا رمادہ ازلیت کے بغیر ہستی کا وجود نہ ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ اس موجودِ ازلی کو کس نے پیدا کیا؟ تو خداپرستوں اور مادہ پرستوں' دونوں کے لیے اس سوال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
کیونکہ موجود ازلی ایسی کوئی ابتدا نہیں رکھتا کہ اسے کسی خالق کی حاجت ہو۔
وہ اپنی ابتدا نہیں رکھتا کہ کسی ابتدا کرنے والے کی اسے ضرورت ہو۔

دوراہے پر

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ازلیت مادّہ کی صفت ہے یا مادہ سے ماورا رکسی اور طاقت کی۔
اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر مادّہ ازلی نہ قرار پا سکے تو ازلیت مسلمہ طور پر مادہ سے ماورا رکسی اور طاقت کے حصے میں آئے گی۔

ڈاکٹر منوّر: اس خیال سے کہ بحث آگے نہیں بڑھ رہی ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ مادّہ ازلی ہے۔ اس بنا پر مادّہ سے ماورا کسی کو تلاش کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

الہٰی: جب آپ بات کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں تو اپنے اس دعوے کے حق میں کوئی دلیل لائیے۔

ڈاکٹر منوّر: خود علم کہتا ہے "لاوازیہ" کا پیش کردہ قانون کہتا ہے کہ کوئی چیز عدم سے وجود میں نہیں آئی اور کوئی موجود کلی طور پر نابود نہیں ہوتا۔

الہٰی: کس علمی قانون نے جہان کے ازلی ہونے کی تائید کی ہے؟ جبکہ علم نجوم یہ ثابت کرتا ہے کہ مادّہ کی دنیا اپنا ایک آغاز رکھتی ہے اور علم طبیعیات نے دنیا کے ایک روز فنا ہونے کی پیش گوئی کی ہے اور دنیا کے ازلی و ابدی ہونے کا عقیدہ آج کی علمی بنیادوں سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا[1]

یہ تحقیق و استدلال کا مقام ہے نہ کہ تقلید کا۔ "لاوازیہ" اور

---

[1] کتاب "وجود خدا کا اثبات" سے ماخوذ۔ دنیا کے چالیس بزرگ دانشوروں نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ یہ کتاب جان کلوور مونسما کی تالیف ہے ہم نے یہ بات اس کتاب کے ایک مضمون سے نقل کی ہے جسے ایرونیک ولیم نیلوچ نے لکھا ہے یہ ایک ممتاز ماہر طبیعیات ہے اور بوفیلو یونیورسٹی سے اس نے درجہ م۔ ایم حاصل کیا۔ سرکاری کالج ایوی سے اس نے فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کیا اور جانوروں اور مچھلیوں کی حفاظت کی یونیورسٹی کا فنی مشیر رہ چکا ہے۔

اس کے ہم فکر اس بات سے کیا مراد لیتے ہیں ؟

اگر ان کی مراد یہ ہے کہ کوئی مخلوق کسی خالق کے بغیر وجود میں نہیں آتی تو یہ وہی ہمارا نظریہ ہے کہ دنیا میں ایک موجود ازلی ضروری ہے، کہ تمام مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے۔ وہ عدم سے وجود میں نہیں آئی۔

اگر "لاوازیہ" کی مراد یہ ہے کہ مادہ کی دنیا نیستی سے کوئی تعلق نہیں رکھتی تو نہ صرف علمی قوانین کسی بھی صورت میں اس بات کی تائید نہیں کرتے بلکہ جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے اس بات کی تردید کرتے ہیں اور ایسے بہت سے دلائل موجود ہیں جو دنیا کے فانی ہونے کو ثابت کرتے ہیں[1]

لاوازیہ ایک ماہر طبیعیات تھا۔ وہ فلسفی نہیں تھا۔ اس نظریے سے اس کی مراد یہ نہیں ہے کہ مادہ کی دنیا فانی نہیں ہے۔ اس کی مراد یہ ہے کہ مادہ کی دنیا مسلسل اپنے چہرے تبدیل کرتی رہتی ہے۔

جیسے پانی بھاپ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ وہ نابود نہیں ہوتا۔ اور بھاپ کسی عدم سے وجود میں نہیں آتی بلکہ یہ پانی ہے جو بھاپ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

مادہ کی دنیا میں رونما ہونے والے تمام تغیرات، چہرہ اور شکل کے تغیرات ہیں۔ یہ معدوم کے موجود ہونے یا موجود کے معدوم ہونے کا عمل نہیں ہیں۔

---

[1] کتاب "اثبات وجود خدا" کے ایک مضمون سے ماخوذ جسے ایرونیگ ولیم نیلوچ نے لکھا۔

جناب ڈاکٹر! آپ نے طبیعیات کے شعبے میں کام کیا ہے اور آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ آپ کے ساتھیوں کا کیا خیال ہے؟

ڈاکٹر طارق : جناب محترم! جیسا کہ آپ نے خود اشارہ فرمایا۔ ہم اس کی اور اُس کی باتوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ صرف دلیل سے سروکار رکھتے ہیں۔ کیونکہ دلیل ہی فیصلہ کن طور پر اور واضح طریقے پر ہماری رہنمائی کر سکتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اوّلین مادہ اور یہ دنیا مخلوق ہے۔ ہم یہ کیسے باور کر لیں کہ اس دنیا کا کوئی آغاز تھا۔ ہم اس کے کسی آغاز سے واقف نہیں ہیں۔ اس بنا پر ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم دنیا کے مخلوق ہونے کا انکار کریں اور اسے بے آغاز و ازلی قرار دیں۔

الٰہی : جناب محترم!

میں پہلے بھی آپ کو یاد دلا چکا ہوں اور ایک بار پھر اس کا اعادہ کروں گا کہ:

کسی چیز کو نہ دیکھنا اور نہ پانا اور بات ہے اور کسی چیز کا سرے سے موجود نہ ہونا دوسری بات ہے۔

اگر اس خیال کو درست مان لیا جائے کہ نہ پانا نہ ہونے کے مساوی ہے اور پا لینا موجود ہونے کے مرادف ہے تو کیا آپ نے دنیا کی ازلیت کو پا لیا ہے کہ آپ اُس کے ازلی ہونے کا دعویٰ فرما رہے ہیں کیا آپ ازل میں موجود تھے کہ آپ نے دنیا کی ازلیت کو دیکھ بھی لیا اور پا بھی لیا؟

آپ یہ حق کیسے حاصل کر رہے ہیں کہ کسی چیز کو دیکھے بغیر

اس کی تصدیق فرمائیں ؟

ڈاکٹر طارق : خدا پرست جو دنیا کو مخلوق سمجھتے ہیں کیا وہ اس کے آغاز کے وقت موجود رہے ہیں کہ اس کی ابتدا کو انھوں نے دیکھا ہو ؟

صاحبانِ محترم !

اب تک نہ خدا پرست نے دنیا کے آغاز کو دیکھا ہے اور نہ مادہ پرست نے اس کی ازلیت کا مشاہدہ کیا ہے ۔ انصاف یہ ہے کہ دونوں کے دعوے دلیل سے خالی سمجھے جائیں ۔

جناب الہی ! کیا اس صورت میں آپ ہم کو یہ حق دیں گے کہ ہم دنیا سے ماورا کسی خدا کی موجودگی کے بارے میں شک کریں ؟

پھر کس طرح قرآن ، کلام الہی ، صریحاً یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا کے وجود میں کوئی شک نہیں ہے ؟

"افی اللہ شک فاطر السمٰوٰت والارض"

الٰہی : خوش قسمتی سے میں اسی بات کا انتظار کر رہا تھا کہ آپ خود اعتراف کریں کہ خدا کے موجود نہ ہونے کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے ۔ جیسا کہ قرآن بار بار کہتا ہے کہ :

"ان ھم الا یظنون"

" یہ صرف خدا کے منکر ہیں جو اس بارے میں گمان سے دوچار ہیں ۔"

لیکن جس آیت کی جانب آپ نے اشارہ فرمایا ۔ جیسا کہ

ہم نے آغازِ بحث میں کہا تھا۔ اس آیت نے کلی طور پر شک کی
نفی نہیں کی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا:
خدائے آفریدگار کے بارے میں شک کی
گنجائش نہیں ہے۔
اس بارے میں کون شک کرسکتا ہے کہ مخلوق کے لیے خالق ضروری
ہے ——— ؟
مادہ پرستوں کے شک کا سبب دنیا کے ازلی ہونے کا تصور
ہے۔ روشن دلائل سے اس تصور کا غلط ہونا ثابت ہوچکا ہے۔

ڈاکٹر طارق: وضاحت کیجیے کہ اس طرح کا گمان اور شک کیوں
بے جا ہے ——— ؟

الہٰی: آپ نے خود بحث کے آغاز میں فرمایا تھا۔ جب تک کسی
چیز کو ہم مادی طور پر محسوس کرکے اسے دریافت نہیں کریں گے
اس کے وجود کو تسلیم نہیں کریں گے۔

جنابِ محترم!
کیا کسی چیز کے تسلیم کرنے کا انحصار اس کے ادراک پر
اور اسے مادی طور پر محسوس کرنے پر ہوتا ہے۔
آپ کس طرح کسی کی دانائی ونادانی، عقل یا جنون —
زندگی اور موت، وجدان اور بے وجدانی، محبت اور کدورت کا پتہ
چلاتے ہیں؟ کیا کسی کے دماغ کے درست ہونے یا اس میں خلل پیدا
ہونے کی کیفیت کو دیکھا جاسکتا ہے؟

عقل سے مراد، وہی آپ کے ازلی مادہ سے بنا ہوا دماغ ہے۔

(وہ نہیں جو مادّہ سے ماورار کسی طاقت کا بنایا ہوا اور اس کے زیر اثر ہو) تو کیا دماغ کے درست یا نادرست ہونے کی کیفیت کا مشاہدہ کرنے کے لیے آپ لوگوں کے مغز (دماغ) میں داخل ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر طارق: اگر آپ واقف نہیں ہیں تو اب واقف ہو جائیں انسان نے حال ہی میں دماغ کو جانچنے کا آلہ ایجاد کر لیا ہے۔ جو دماغ کے اعضاء تک پہنچ کر اس کے درست یا خراب ہونے اور انسان کی عقل و جنون کا پتہ چلا لیتا ہے۔

الٰہی: میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اس آلے کے ایجاد ہونے سے پہلے کیا دماغ کی کیفیت معلوم کرنے کی اور اس کی تشخیص کی راہ بالکل مسدود تھی؟ یا اب اگر کوئی راہ کھل گئی ہے تو کیا سب اس سے استفادہ کرتے ہیں ــــ؟

ڈاکٹر طارق: صرف قریب سے مشاہدہ کرنے سے تشخیص کی راہ نہیں کھلتی بلکہ کسی شخص کی حرکات اور باتوں کو دیکھ اور سن کر، اس کی عقل، علم اور ادب اور اس کی دوسری بہت سی خوبیوں کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔

الٰہی: آپ نے کچھ دوسرے الفاظ میں اس بات کا اعتراف کر لیا کہ کسی چیز کے خواص اور آثار کو دیکھ کر خود اس چیز کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔

ہم ایٹم کی مثال لیتے ہیں:

ابتدا میں آثار کے ذریعہ ہی انسان پر اس کا انکشاف ہوا اور اس وقت بھی وہ نہیں دیکھا جا سکتا۔ حتٰی کہ آلات کی مدد سے بھی اسے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس کے باوجود محض آثار کی بنا پر دانش مندوں

نے اس کی موجودگی کی تصدیق کی ہے۔

اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص (کہ جہانِ بیکراں کی حقیر ترین چیز ہیں) دنیا کے ظہور کے وقت یعنی اس کے آغاز کے موقع پر موجود نہیں رہا ہے کہ وہ اس کے ظہور میں آنے کے عمل کو مادی طور پر محسوس کرتا۔ لیکن آج کی دنیا میں ایسے مادی و غیر مادی آثار بڑی تعداد میں موجود ہیں جو قطعی طور پر اس کے آغاز اور اس کی ابتدا کو ظاہر کرتے ہیں۔

چنانچہ آسمان سے باتیں کرنے والی ایک بلند و بالا عمارت اپنے خاص طرزِ تعمیر کی بنا پر اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ خواہ اس کی تیاری کے وقت آپ موجود نہ رہے ہوں یا تولد نہ ہوئے ہوں اور اُسے بنتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

انجینئیر رشید: کوئی معمار ایک عمارت تعمیر کرتا ہے اور پھر وہ مر جاتا ہے لیکن اس کی تعمیر کردہ پائیدار عمارت باقی رہتی ہے۔ کیا خدا پرست بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جس خدا نے اس دنیا کا آغاز کیا ہے وہ اب ممکن ہے نابود ہو گیا ہو۔

الٰہی: اگرچہ اس کے واضح جوابات موجود ہیں۔ لیکن حاضرین کی اجازت سے اور بحث کے نظم کا لحاظ کرتے ہوئے، جلسے کے اختتام پر میں آپ کے اس سوال کا جواب عرض کروں گا۔

حاضرین: جی ہاں ٹھیک ہے۔ ابھی خدا کا وجود ہی ہم پر ثابت نہیں ہوا تو پھر اس طرح کے سوالات کا کون سا موقع ہے۔

جنابِ محترم! آپ اپنے ارشادات کا سلسلہ جاری رکھیے۔

الــــــهی : یہ مثال اور ایسی ہی دوسری مثالیں صرف اس لیے قابلِ غور ہیں کہ کسی نے حادثے کو واقع ہوتے ہوئے نزدیک سے نہیں دیکھا۔ البتہ اس حادثے کے آثار خود اس کے واقع ہونے کی گواہی دیتے ہیں ایسا نہیں ہوتا کہ مثال اور جس کی مثال دی جارہی ہو دونوں ہر اعتبار سے ایک جیسے ہوں۔

جنابِ ڈاکٹر طارق اور محترم صاحبانِ مجلس!

ذرا غور کیجیے!

اگر دنیا کا کوئی آغاز تھا اور وہ اپنے سے ماورا کسی طاقت کے ذریعہ وجود میں آئی تھی تو اس کی یہ حیثیت آج کیوں نہیں ہو سکتی۔ جو بات اس کے لیے کل درست تھی تو آج کیوں درست نہیں ہو سکتی۔؟

(مجلس پر ایک سکوت چھا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حاضرین گہری فکر میں ڈوب گئے ہیں)

اس اثنا میں ایک آواز نے سب کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ اور مجلس کے سکوت کو توڑ دیا۔ حاضرین میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔

یہ ڈاکٹر طارق کی آواز تھی - وہ کہہ رہے تھے :
میں بھی آپ سے یہ پوچھتا ہوں - اگر دنیا کا کوئی آغاز نہیں تھا اور وہ اپنا کوئی پیدا کرنے والا نہیں رکھتی تھی تو یہ بات اس وقت درست تھی تو آج کیوں درست نہیں ہو سکتی۔

الٰـــھی : آپ کے اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی آغاز نہیں تھا اور اپنے سے باہر کسی طاقت کی وہ محتاج نہ تھی اور اس کے پورے سراپا سے اس کی بے نیازی ظاہر تھی۔

جناب ڈاکٹر! آپ خود بتایئے کہ موجود ازلی (جس کا کوئی آغاز نہ ہو) اور حادث (جس کا آغاز ہو) کے درمیان آثار و خواص کے اعتبار سے کوئی فرق ہے یا نہیں ؟

ڈاکٹر طارق : کیوں نہیں ضرور ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے معلوم کر چکے ہیں -

ازلیت کے معنٰے مطلق بے نیازی کے ہیں - ازلی شے ، اپنے وجود ، کمالات اور خواص و کیفیات میں اپنے سے باہر کسی طاقت کی محتاج نہ ہو۔ لیکن موجود حادث جو اپنی تخلیق کے لیے کسی دوسری طاقت کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ ہر حیثیت سے دوسرے کا محتاج و نیاز مند ہوگا۔

ازلی = بے نیازِ مطلق

حادث = نیاز مند مطلق

الـــھی : آپ نے بڑی اچھی طرح وضاحت کی - اب میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کیا آپ مادّہ کی اس دنیا میں بے نیازی کے آثار دیکھتے ہیں یا

نیاز مندی کے لیے

ڈاکٹر طارق: بہتر ہے کہ آپ اس سوال کو بحث کے آخر کے لیے اٹھا رکھیں۔ میری خواہش ہے کہ ان آثار کو زیر بحث لایا جائے جو دنیا کے مخلوق ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔

الشھی: اگرچہ یہ بات مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ آپ میرے سوال کا جواب دیے بغیر آگے بڑھ جائیں اور جو بات کہ اس وقت زیر بحث ہے اسے مؤخر کر دیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے بحث کے آغاز میں دعویٰ کیا تھا کہ حاضرین کے قدم بقدم چلوں گا۔ اس لیے آپ کی معذرت کو قبول کرتا ہوں خوش نصیبی سے خدا پرستوں کے استدلال کی راہ کسی طرح بھی بند نہیں کی جا سکتی اور ان کی دلیل تمام مفروضوں اور احتمالات کا احاطہ کرتی ہے۔

جناب محترم!

شب و روز کا یہ سلسلہ جو دنیا کے ہر واقعہ سے زیادہ ہم پر روشن ہے۔ کیا اس کا کبھی کوئی آغاز تھا۔ یعنی کوئی ایسا دور گزرا ہے کہ جس میں نہ رات تھی اور نہ دن ہے

انجینئر احمد: عزیز گرامی! رات دن زمین کی اپنے محور پر گردش اور سورج کے اطراف گردش کی وجہ سے ظہور میں آتے ہیں۔ شب کا مطلب

لہ یہ فقرہ طبرسی نے اپنی کتاب "احتجاج" میں مادہ پرستوں کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استدلال کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

گہ اس استدلال کو بھی مادہ پرستوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناظرہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تاریکی اور دن کے معنی روشنی کے ہیں ۔ یہ کوئی ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ
ان کے بارے میں کوئی سوال کرنے کی ضرورت ہو۔

الٰھی : اچھا تو یہ شب و روز کوئی چیز نہیں ہیں ؟ شب و روز معدوم ہیں ــــــ ؟ نیستی کے معاملے میں دونوں برابر ہیں، عدم یا نیستی کی کوئی نمود نہیں ہے، عدم کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے! یہ شب و روز کس طرح کا عدم یا نیستی رکھتے ہیں ؟ !!

احمد : شب و روز ان معنوں میں نیست ہیں کہ وہ زمین، سورج اور تمام موجودات کے مقابل اپنا کوئی مستقل وجود نہیں رکھتے اور یہ دونوں دنیا کی گوناگوں مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں۔

الٰھی : ہماری بحث کا مقصد اور ہدف یہ شب و روز ہیں۔ ان کی نوعیت وکیفیت سے ہمیں غرض نہیں۔ فرمایئے، یہ شب و روز اپنا کوئی آغاز رکھتے ہیں یا نہیں ؟

احمد : فرض کیجیے ہم اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں تو کیا ہوگا؟

الٰھی : فرمایئے! آپ کو اپنی زبان پر اختیار ہے جو چاہیں آپ کہیں۔ لیکن میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ یہ دن اور رات یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے ہیں یا ہوتے ہیں ؟ یا ممکن ہے ایک وقت میں، ایک افق پر اور ایک مقام پر رات بھی ہو اور دن بھی ہو ؟

احمد : جی نہیں، شب و روز میں سے ایک کے بعد دوسرا آتا ہے۔

الٰھی : جیسے آج کا دن کل کی رات کے بعد ظاہر ہوا۔ کل رات

کے گزرنے کے بعد آج کا دن نمودار ہوا اور آج کا دن ختم ہونے کے بعد آج کی رات شروع ہو گی۔

احمد اور تمام حاضرین: جی ہاں! یہ بات ظاہر ہے، آپ کے یہ سوالات بہت دلچسپ ہیں!

الدھی: اس بنا پر یہ شب و روز، راتیں اور دن، دونوں ہی مخلوق ہیں۔ تمام شب و روز، عدم و نیستی سے تعلق رکھتے آئے ہیں اور رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ دونوں اپنا ایک آغاز رکھتے آئے ہیں۔

حاضرین: نہیں! یہ کس طرح! آپ نے کیا کہا ——؟ ہم نے نہیں سمجھا ——!

ڈاکٹر طارق: محترم حاضرین!

آپ بالکل پریشان نہ ہوں، شب و روز فرداً فرداً مخلوق ہیں، لیکن بحیثیت مجموعی شب و روز کے اس سلسلے کا کوئی آغاز نہیں رہا ہے اور یہ لامحدود و لامتناہی ہیں۔

الدھی: اس اعتراض کا جواب بحث کے آغاز ہی میں تفصیل سے دیا جا چکا ہے۔ یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں تھی۔ تاہم میں ایک بار پھر اس جواب کو دہراؤں گا۔

شب و روز کا مجموعہ ایک ایک دن اور ایک ایک رات الگ سے کوئی زائد چیز نہیں ہے۔ اگر آپ سو روپے کہیں یا ایک روپے کے سو عدد۔ ان دونوں میں الفاظ کا تو فرق ہے لیکن معنوں میں کوئی فرق نہیں۔

محترم صاحبان! آپ خود اس بات کی تصدیق فرما چکے ہیں

کہ شب اور روز فرداً فرداً مخلوق ہیں۔ بالفرض محال ان کا مجموعہ اگر لامتناہی ہو، جبکہ دونوں آغاز رکھتے ہیں تو آپ ان کے بے نہایت ہونے کے مفروضے سے کیا مراد لیتے ہیں ؟

جیسا کہ میں آغاز بحث میں کہہ چکا ہوں، آغاز و ابتدا رکھنے کی حقیقت لامتناہی و بے نہایت کے مفروضے کو باطل کر دیتی ہے۔ مختصر یہ کہ شب و روز کا یہ سلسلہ سراسر مخلوق ہے۔ کیونکہ رات اور دن میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کا آغاز نہ ہو۔

ڈاکٹر طارق : صاحبانِ محترم ! اس بات کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

انجینئر فوید : اس قدر جلدی ہتھیار کیوں ڈال رہے ہو۔ ؟

جنابِ محترم !

ہم فرض کرتے ہیں کہ ان شب و روز سے پہلے جو حادث (مخلوق) ہیں اور اس وقت سے جب سے کہ زمین نے سورج کے اطراف گردش کا آغاز کیا اور آج کے یہ شب و روز وجود میں آئے، ایک موجودِ ازلی کا وجود رہا ہے۔

الــــهی : میرا سوال بھی ان ہی شب و روز کے بارے میں تھا۔ یہ شب و روز زمین کی گردش کے نتیجے میں وجود میں آتے ہیں، اس لیے زمین کی آج کی اس گردش کا بھی کوئی آغاز ہونا چاہیے۔

لیکن وہ شبِ ازلی کا مفروضہ جو آپ اس سے قبل پیش کر چکے ہیں۔ میری خواہش یہ ہے کہ آپ بتائیں کہ وہ ازلی رات بھی دوسری راتوں کی طرح گھنٹوں اور لمحوں سے مل کر بنی ہے ؟

فـــریـد : یقیناً ایسا ہی ہے۔

الـــہی : اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس شب ازلی میں سّو گھنٹوں کا اضافہ کیا جائے تو حساب کی نوعیت کچھ اس طرح کی ہوگی :

ازلیت کی طویل شب + سّو گھنٹے

یا اگر اس میں سے ۱۰۰ گھنٹے کم کر دیے جائیں تو حساب کچھ اس طرح ہوگا :

ازلیت — سّو گھنٹے

انجلینئیر فـریـد : یقیناً ، اس میں شبہ کی کیا بات ہے !

الـــہی : تو پھر یہ کیسا موجود ازلی ہے کہ اس میں زیادتی اور کمی ہو سکتی ہے۔

کیا اس رات کا (آپ کے مفروضے کے مطابق ازلی رات) اگر کوئی آغاز بھی ہوتا تو ایسا نہ ہوتا ؟

فـــریـد : یقیناً ایسا ہوتا ، اس سے فرق کیا پڑتا ہے ؟

الـــہی : کیا ازلی اور حادث باہم فرق نہیں رکھتے ؟ مثلاً یہ کہ آپ نے اس طویل رات کے بارے میں ازلی کا لفظ استعمال کیا اور اس سے حادث کے معنیٰ مراد لیے۔ کوئی قبول کرے یا نہ کرے آپ کے خیال میں ایسا ضرور ہونا چاہیے۔

اچھا یہ بتائیے کہ :

کیا یہ رات دوسرے تمام شب و روز کی طرح زمانوں' گھنٹوں اور لمحوں سے مل کر بنی ہے یا یہ زمانے سے بالاتر کوئی چیز ہے ؟

فرید : جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، یقیناً یہ ادوار اور زمانوں سے مل کر بنی ہے۔

الٰہی : خود لمحات اور گھنٹے اور زمانے کے تمام حصے محدود ہیں۔ وہ اپنا آغاز اور انجام رکھتے ہیں۔ نتیجتاً ادوار خواہ وہ کتنی ہی طوالت کیوں نہ رکھتے ہوں، محدود ہی ہوتے ہیں، وہ اپنا آغاز و انجام رکھتے ہیں۔ میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ کوشش فرمائیں کہ آپ کی طرف سے کیے جانے والے گزشتہ اعتراض کا اعادہ نہ ہو[1]

ڈاکٹر راحیل : ہمیں منظور ہے۔

یہ ساری راتیں اور سارے دن عدم و نیستی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ آپ اس بات سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں؟

الٰہی : پہلی بات تو یہ کہ یہ چیز اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ہم اس وقت کے شب و روز کی مثال کو سامنے رکھ کر گزرے ہوئے شب و روز کی حقیقت معلوم کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم نے انھیں نہیں دیکھا ہے۔ ظاہر ہے لاکھوں شب و روز اس دنیا پر گزر چکے ہیں۔ ہم اس وقت موجود نہیں تھے کہ انھیں دیکھ سکتے۔

اس بات سے جناب ڈاکٹر طارق کے سوال کا جواب پوری طرح واضح ہو جاتا ہے[2]

---

[1] زمانے کے مختلف حصے محدود ہیں لیکن بحیثیت مجموعی یہ لامتناہی ہے۔

[2] ڈاکٹر طارق نے اعتراض کیا تھا "جب ہم نے دنیا کو تخلیق ہوتے نہیں دیکھا تو آج ہم اس کے مخلوق ہونے کو کیسے مان لیں"

دنیا کے مخلوق ہونے کو مان لینا اس پر منحصر نہیں ہے کہ اس کے تخلیق پانے کو ہم نے ابتدائے آفرینش میں دیکھا ہو۔ بلکہ دنیا کی موجودہ صورت پورے عالم ہستی کے مخلوق ہونے کا واضح ثبوت فراہم کرتی ہے[1]

پروفیسر رچرڈ: (یہ اردو زبان سے واقف ہیں) انھوں نے فرمایا:

جناب محترم:

رات دن اور زمین و سورج اور کہکشاں اور اس وقت موجود زمین و آسمان کی تمام موجودات۔ سب کی سب مخلوق ہیں۔ لیکن اولین مادّہ جس سے یہ رنگارنگ چیزیں پیدا ہوئیں وہ مادّہ ازلی ہے اور اس کا کوئی آغاز نہیں ہے[2]

الشھی: ہم مادہ کے خواص سے اس کے مادہ ہونے کی بنا پر بخوبی اس کے مخلوق ہونے کو معلوم کر سکتے ہیں۔

مادہ کی گوناگوں اشکال اور مادہ کی اصل اور اس کے دوسرے مظاہر کو دیکھ کر بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مخلوق ہے اور اس کا آغاز و انجام بھی ہے۔

جناب پروفیسر! میں آپ سے یہ دریافت کروں گا کہ مادّہ خواہ اس کی کوئی بھی توجیہ اور توضیح فرمائیں، کیا وہ ہمیشہ زمانے

---

[1] مادہ پرستوں کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل سے رجوع کیجیے۔

[2] تفصیل کے لیے مصنف کی کتاب "ستارگان از نظر قرآن" میں آیت کان عرشہ علی الماء کا بیان دیکھیے۔ اس میں مادۂ اولین پر بحث کی گئی ہے۔

کے ساتھ رہا ہے یا زمانے سے پہلے بھی اس کا وجود رہا ہے۔

پروفیسر رچرڈ : زمانے کی حقیقت، مادہ کے مختلف حالات اور اس کی تبدیلیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

مادہ حرکت اور نشیب و فراز سے کبھی خالی نہیں رہا ہے اور اس کی اسی حرکت اور تبدیلیوں سے زمانہ پیدا ہوا ہے۔

اگرچہ کہ سطحی اور عامیانہ نظر سے شب و روز کا یہ سلسلہ ہی زمانے کا مظہر ہے لیکن حقیقت کچھ اس طرح ہے کہ شب و روز سے پہلے جو زمین کی حرکات کا نتیجہ ہیں، اور زمین و آسمان اور ستاروں کی تشکیل سے پہلے، اس وقت ایک ہی طرح کا مادہ (ایتھر یا اس کا کوئی بھی نام تجویز کیا جائے) موجود رہا ہے۔ زمانہ اس کے ساتھ ہی رہا ہے اور وہ مادہ کی داخلی وخارجی تبدیلیوں سے پیدا ہوا۔

اس بنا پر عالی جناب کے اس سوال کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ :

"کیا مادّہ زمانے سے پہلے رہا ہے ——؟"

میں واضح طور پر یہ کہوں گا کہ :

"مادہ ازلی اور بے آغاز ہے۔ اسی طرح زمانے کا بھی کوئی آغاز نہیں ہے۔"

العالم : میں جناب پروفیسر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اپنی وسیع معلومات سے ہمیں فائدہ پہنچایا۔

آپ نے مادہ اور زمانے سے متعلق جو کچھ فرمایا وہ بہت خوب اور واضح ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے ارشادات

کی کچھ وضاحت کروں :

زمانہ	=	مادہ
مادہ	=	زمانہ

یہ دونوں بھائی جو ہم عمر ہیں ، مخلوق ہیں - اور یہ ہمزاد ہیں - آپ کے بے آغازی کے موقف کے مطابق ، اپنے ازلی ہونے میں بھی یہ مساوی ہیں - اور ان کی عمر میں بھی کوئی کمی بیشی کا فرق نہیں ہے -

جناب پروفیسر ! اجازت دیجیے کہ ہم فی الحال اس چیز کے بارے میں گفتگو کریں جو مادہ کا بڑا واضح مظہر ہے -

زمانہ یا مادہ کی ازلیت کی پہلی شکست

رچرڈ : یہ آپ کی بڑی اچھی دریافت ہوگی - ہم اس کی تفصیل آپ سے معلوم کرنا چاہیں گے -

الٰہی : زمانے کا دوسرا مطلب تغیر اور تبدیلی ہے اور یہ روشن ثبوت ہے کہ زمانے کا آغاز مادہ کی اصل کے ساتھ ہی ہوا ہے -

جناب پروفیسر اور صاحبانِ محترم !

آپ یہ بتائیے کہ کیا زمانہ لمحوں اور ساعتوں سے مل کر نہیں بنا ہے ____؟

رچرڈ : جی ہاں ! یقیناً ایسا ہی ہے -

الٰہی : کیا یہ بات ممکن ہے کہ تمام لمحے اور ساعتیں بیک وقت یکجا ہو کر ظاہر ہوں یا اس کے برعکس وہ ایک دوسرے کے بعد بتدریج

وجود میں آئیں۔ یعنی ایک لمحہ ختم ہو تو اس کے پیچھے دوسرا لمحہ آئے ؟

رچرڈ : یہ بات ظاہر ہے کہ ایک لمحے کے نابود ہونے کے بعد دوسرا لمحہ ظاہر ہوگا اور اصولی طور پر زمانہ کوئی ایسا موجود نہیں ہے جو ایک جگہ پر قائم رہے ۔ یہ مادہ کے ساتھ ہی ظاہر ہوا ہے اور ہمیشہ تغیر کی حالت میں رہتا ہے ۔

الٰہی : اس طرح تو آپ نے خود یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ :

" زمانے کے تمام لمحے اور لحظے مخلوق ہیں ۔ اس بنا پر مادہ بھی جو زمانے کا بھائی بلکہ جڑواں بھائی ہے زمانے کی زندگی میں برابر کا شریک ہے اس لیے وہ بھی مخلوق ہوگا کیونکہ کوئی ایسا وقت نہیں گزرا ہے کہ مادہ تو موجود ہو لیکن زمانہ موجود نہ ہو پس زمانہ مساوی ہوگا مادہ کے ۔"

زمانہ = مادہ

جناب پروفیسر یہ بات سُن کر بڑی سوچ میں پڑ گئے اور انھوں نے وہی پرانا فلسفہ دہرانا شروع کر دیا جس کا تعلق زمانے کے لمحات کی انفرادی نوعیت اور ان کی اجتماعی حیثیت سے ہے ۔ جو بار بار زیر بحث آ چکا ہے ۔

آخر انھوں نے کہا :

مادہ کے اس جڑواں بھائی زمانے سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ ہم خود مادہ کے بارے میں گفتگو کریں ۔

الٰہی : مجھے چونکہ آپ کے قدم بقدم چل کر گفتگو کرنی ہے اس لیے میں آپ کی اس بات کو مان لیتا ہوں لیکن زمانے سے آپ کا سروکار

نہ رکھنا، دلیل سے گریز کرنا ہے۔

فی الحال زمانے کے اس ثبوت سے اوّلین مادّہ کا مخلوق ہونا واضح ہوگیا ہے۔ بہرحال اس دلیل کو نظرانداز کرتے ہوئے آپ کے عذر کو میں قبول کرتا ہوں۔

حرکت یا مادّہ کی ازلیت کی دوسری شکست

پروفیسر رچرڈ نے جو البرٹ آئن اسٹائن کے شاگردوں میں سے ہیں اور اس کے نظریات کے حامی ہیں۔ کچھ اس طرح اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

میرے استاد کے نظریے کے مطابق مادّہ کے معنیٰ حرکت کے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسے ازجی کا یکجا ہونا کہا جاسکتا ہے مادّہ کی حقیقت ازجی کے یکجا ہونے اور جمع ہوجانے کے سوا اور کچھ نہیں۔

الہٰی : جناب پروفیسر کا میں بہت شکرگزار ہوں کہ انھوں نے مادہ کے جڑواں بھائی زمانے سے صرف نظر فرما کر مادّہ کے دوسرے بھائی کو ہم سے متعارف کرایا ہے جو مادّہ کی ذات کا جز اور اس کا عین ہے۔

اس دفعہ ہمارے لیے دوسرا قدم اٹھانا یعنی بے آغاز مادہ، ازلی نہیں ہے۔" آسان ہوگیا ہے۔

جناب پروفیسر! یہ بتایئے، حرکت جو عینِ مادّہ ہے، وہ اپنی جگہ مستقل ہے یا متغیّر؟

پروفیسر رچرڈ: مادہ کے اندر حرکت مستقل یعنی دائمی ہے۔
حرکت کے بغیر مادہ اپنے کوئی معنیٰ اور مفہوم نہیں رکھتا۔
جیسا کہ کوئی چیز خود اپنے بغیر اپنا وجود نہیں رکھتی لیکن خود حرکت
سے مراد جیسا کہ آپ نے فرمایا تغیر ہے۔

حرکت کی اقسام

الہادی: اجازت دیجیے کہ تمام حاضرین کے علم واطلاع کے لیے
میں حرکت اور اس کی اقسام کے بارے میں وضاحت کروں۔

پروفیسر اور حاضرین: فرمائیے! ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

الہادی: حرکت کے معنیٰ جیسا کہ اشارہ کیا گیا جگہ کا تبدیل کرنا ہے
اس سے مراد کسی متحرک موجود میں رونما ہونے والا تغیر ہے۔
خواہ یہ تغیر دیکھا جاسکے یا نہ دیکھا جاسکے۔ کسی آلے کے ذریعے یا ننگی
آنکھوں سے۔

مثلاً:

(۱) ——— بندوق سے چلائی جانے والی گولی کی حرکت دیکھی جاسکتی ہے۔

(۲) ——— لیکن۔ پھل کے نکلنے کی حرکت، بیج سے پودے کے نکلنے، جڑوں اور تنے پر کھڑے ہونے اور برگ و بار لانے کی حرکت یا سیب کے سبز رنگ سے زرد رنگ اور پھر سرخ رنگ اختیار کرنے کی حرکت ایسی ہے

جو دیکھی نہیں جا سکتی۔

(۳) ——— جسم کو تشکیل دینے والے سالموں کی حرکت۔

(۴) ——— اسی طرح، ایٹم کے داخلی نظام کی حرکت؛ پروٹون کے گرد الیکٹرون کی گردش۔

یہ آخری تین اقسام کی حرکتیں نہیں دیکھی جا سکتیں۔ اگرچہ پہلی تین اقسام کی حرکات میں وقفوں کا امکان موجود ہے۔

(۱) ——— گولی کسی رکاوٹ سے دوچار ہو جائے یا اپنے نشانے پر پہنچ جائے۔ یا وہ اپنی پوری قوت صرف کر کے کسی جگہ گر پڑے۔

(۲) ——— پھل پھول وغیرہ پوری طرح پکنے اور کھلنے سے پہلے یا ان کے پکنے اور کھلنے کے بعد۔

(۳) ——— سالمے کلی طور پر اپنی حرکت ختم کر دیں۔ اس صورت میں جسم کی حرارت پوری طرح ختم ہو جاتی ہے اور وہ بالکل سرد پڑ جاتا ہے اور اس کیفیت کو اصطلاحی زبان میں صفر سے دو سو ستر درجے نیچے کا درجہ حرارت کہا جاتا ہے۔ اس عمل کی نوعیت یہ ہے کہ جسم کو بنانے والے سالموں کی حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے یہ حرکت جس قدر تیز اور زیادہ ہو گی حرارت بھی اسی حساب سے زیادہ ہوتی جائے گی۔

حرکت جس قدر کم ہوگی حرارت بھی اسی
قدر کم ہونے لگے گی۔
جب سالموں کی حرکت بالکل ختم ہو جائے گی
جسم بھی پوری طرح ٹھنڈا اور حرارت سے خالی
ہو جائے گا۔
لیکن ایٹم کے داخلی نظام کی حرکت میں وقفہ کا (خصوصاً
آئن اسٹائن کے فرضیے کے مطابق) امکان موجود نہیں ہے۔
جیسا کہ اجسام کے سالموں کی حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے
الیکٹرون ایک سیکنڈ میں پچاس ہزار بار پروٹون کے گرد حرکت کرتے
ہیں اور ایٹم کا وجود برقرار رہتا ہے۔ اور
اس صورت میں کچھ اس طرح کا فارمولا بنتا ہے:

ایٹم — حرکت = ایٹم — ایٹم

کیا میری یہ بات درست ہے؟

پروفیسر اور حاضرین: آپ نے بڑی اچھی تشریح فرمائی۔ یہ
بڑے شکر کی بات ہے کہ آپ جیسی مذہبی شخصیتیں ایسی وسیع معلومات
رکھتی ہیں۔

الٰہی: ہم حرکت کی ان تمام اقسام سے جو کسی بھی متحرک موجود کے
مخلوق ہونے پر گواہ ہیں، صرفِ نظر کرکے صرف ایٹم کے نظام کی
داخلی حرکات پر گفتگو کریں گے کہ دنیا کا سارا مواد خواہ وہ بنیادی ہو
یا فروعی بغیر کسی استثنا کے اسی ایٹم کے دائرہ میں آتا ہے۔

پروفیسر رچرڈ: آئن اسٹائن کا اس بارے میں نظریہ پروٹون

کے گرد الیکٹرون کی حرکت پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ الیکٹرون، پروٹون اور نیوٹرون اور اگر کچھ دوسرے اجزا بھی ایٹم میں ہوں تو خود ان تمام اجزا کی موجودگی، انرجی کے جمع ہونے اور حرکت کی وجہ سے ہے۔

السُّھی : خواہ آپ یہ کہیں خواہ وہ، ایٹم اپنی داخلی حرکت سے کسی طرح خالی نہیں ہے۔

ہم فی الحال اس طرح کی حرکات پر غور کرتے ہیں جو ہم نے ایٹم کے داخلی نظام میں دریافت کی ہیں یا سائنس نے انھیں ہم پر منکشف کیا ہے۔ ان حرکات کے ذریعہ ہم ایٹم کا حال معلوم کرتے ہیں اور اس کی (ازلیت) بے آغازی یا اس کے ظہور و خلق (حدوث) کو اس ذریعہ سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جناب پروفیسر اور ڈاکٹر اور انجینیر صاحبان!

یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ مادی علوم کے دانشور ہماری اس مجلس میں جمع ہیں۔

میں آپ سب حضرات سے پوچھتا ہوں۔ کیا پروٹون کے گرد الیکٹرون کی حرکات اپنا کوئی آغاز نہیں رکھتی ہیں۔؟

پروفیسر رچرڈ : یہ بالکل واضح ہے۔ مادہ کہ ازلی ہے وہ تمام چیزیں جو مادہ کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں وہ بھی بے آغاز اور ہمیشگی رکھنے والی ہوں گی اور پروفیسر آئن اسٹائن کے مطابق حرکت مادہ کی موجودیت کی اساس ہے۔

السُّھی : کیا پروٹون کے گرد الیکٹرون کی ہر گردش اپنے سے پہلے گردش کا ایک دور رکھتی ہے یا گردش کے پہلے دور کے ختم ہونے

پر اس کی گردش کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔

پروفیسر رچرڈ: یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے، گردش کا ہر بعد کا دور اس کے پہلے دور کے ختم ہونے پر ظاہر ہوتا ہے۔

جیسے سورج کے گرد زمین کی گردش کہ اس کا ہر دور ایک سال میں پورا ہوتا ہے، سب جانتے ہیں کہ نیا سال پچھلے سال کے ختم ہونے پر شروع ہوتا ہے۔

الیکٹرونی سیارے بھی اپنے پروٹونی سورجوں کے گرد جب ایک گردش پوری کرتے ہیں تو ان کی عمر کا ایک سال گزر جاتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ ان کی یہ گردش ایک سیکنڈ میں پچاس ہزار بار ہوتی ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ پچاس ہزار الیکٹرونی سال زمین کے ایک سیکنڈ کے برابر ہوتے ہیں[1]

الـهی: آپ کے ارشادات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ الیکٹرون کی گردش زمین کی گردش کے مانند آغاز رکھتی ہے۔ اس بنیاد پر تو ایٹم کا نظام بھی اپنا ایک آغاز رکھتا ہے۔

پروفیسر: گردش کے آغاز اور ایک منظم گردش کے آغاز میں کون سا ربط اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے؟

کیا یہی ہماری زمین نہیں ہے کہ کسی وقت یہ اپنی منظم گردش نہیں رکھتی تھی لیکن بعد میں اس کی منظم گردش کا آغاز ہوا۔

---

[1] اس نکتہ پر کتاب "ستارگان از نظر قرآن" میں شگفتگی یوم کے باب میں بحث کی گئی ہے۔ (یہ مصنف کی ایک فارسی تصنیف ہے)

جس کا مظہر شب و روز ہیں۔

الٰہی : ہم نے ایٹم اور مادہ کے بارے میں ایک نتیجہ خود آپ کے ارشادات سے اخذ کیا تھا کہ حرکت اور یہ ہم آہنگی اگرچہ زمین اور اس کی حرکات میں نہیں رہی ہے لیکن مفروضے کے مطابق ایٹم میں یہ موجود رہی ہے۔ اس بنا پر زمین کی عمر سلسلۂ شب و روز کے شروع ہونے کے مساوی نہیں ہے اس لیے زمین اور شب و روز جڑواں نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ایٹم اور اس کی داخلی گردش بھی جڑواں نہیں ہو گی لیکن ایٹم کی عمر اور اس کے داخلی نظام کی حرکات کی عمر ایک ہے بلکہ آئن اسٹائن کے فرضیے کے مطابق یہ دونوں ایک دوسرے کے عین ہیں۔

پروفیسر : بہت خوب! ہم نے آپ کی یہ بات مان لی، اس ہم آہنگی سے موضوع بحث کے بارے میں آپ کونسا نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہیں؟

الٰہی : آپ نے تسلیم کیا کہ ہر وہ گردش جو الیکٹرون، پروٹون کے گرد کرتا ہے وہ اس کی پچھلی گردش کے مکمل ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس بنا پر تمام الیکٹرونی گردشیں مخلوق ہیں۔ وہ اپنا آغاز اور انجام رکھتی ہیں، اس بنیاد پر تمام ایٹم بھی اپنا آغاز رکھتے ہیں۔

پروفیسر آصف : چونکہ میرے ساتھی پروفیسر رچرڈ تھک چکے ہیں، میں ان کی بحث کے سلسلے کو اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب محترم! الیکٹرونی گردشیں سب کی سب حادث

(آغاز رکھنے والی) ہیں۔ آخر اس کا کیا تعلق ایٹم کے اجزا کے حادث (آغاز رکھنے والے) ہونے سے ہے۔

آخر اس میں کیا امر مانع ہے کہ خود ایٹم تو ازلی ہو، یعنی بے آغاز ہو لیکن اس کے داخلی نظام کی حرکات کا آغاز ضرور ہو۔

السھی : میں آپ سے یہ دریافت کروں گا کہ کیا ایٹم کبھی اپنی داخلی حرکات سے خالی رہا ہے ؟

یعنی ازل سے اس میں کسی طرح کی حرکت نہیں رہی اور ازل کے بعد وہ حرکت میں آیا ؟

رچرڈ : نہیں جناب محترم نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے، اصولاً مادہ کی حقیقت، حرکت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

السھی : اس بنا پر ایٹم کی حقیقت اپنا آغاز رکھنے اور مخلوق ہونے کے سوا اور کچھ نہیں۔

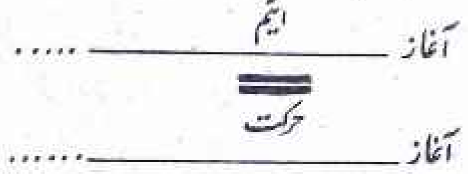

مندرجہ شکل، ایٹم کی حرکت کے ساتھ ہم آہنگی کو ظاہر کرتی ہے۔

یہ دونوں مفروضے کے مطابق ایک دوسرے سے ایک سیکنڈ کی بھی کمی بیشی نہیں رکھتے۔ وہ ایک ضابطہ کے پابند اور عمر کے اعتبار سے برابر ہیں۔ دو متوازی خطوط ان کی ہم آہنگی کو ظاہر کرتے ہیں۔

جیسا کہ آپ یہ فرمائیں:

فلاں تاجر دس کروڑ روپوں کا سرمایہ رکھتا ہے میں بھی بغیر کسی کم و کاست کے اتنا ہی سرمایہ رکھتا ہوں۔

اس صورت میں کیا یہ کہنا جھوٹ نہ ہوگا کہ میں ایک لاکھ روپے اس سے زیادہ یا بے شمار رکھتا ہوں۔

پروفیسر آصف: ہم اب اس طرح کی حرکت کے حادث (آغاز رکھنے والی) ہونے کے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

نہیں جناب محترم!

اٹیم کی داخلی حرکات سے تعلق رکھنے والی ایک ایک حرکت حادث ہے۔ لیکن ان حرکات کا مجموعہ بے نہایت 'لامتناہی' ہے، اس کا کوئی آغاز نہیں ہے۔

الشیخ: یہ چوتھی بار ہے کہ اس ایک ہی بات کا مختلف صورتوں میں اعادہ کیا جا رہا ہے۔

میں اب آخری بار چند مثالیں دے کر اس اعتراض کی تکرار کے معاملے کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

ایک صفر عدد نہیں ہے،

دو صفر بھی عدد نہیں ہیں۔ تین اور چار ...... بلکہ اس سے زیادہ جتنے بھی صفر ہوں وہ عدد نہیں ہو سکتے۔

رات کو روشنی اور دن نہیں کہہ سکتے۔ خواہ ایک رات ہو یا بے شمار راتیں ہوں وہ دن نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ایسا ہونا محال ہے۔

الیکٹرون کی گردشیں بھی خواہ وہ کتنی ہی زیادہ ہوں، وہ ایک حادث، آغاز رکھنے والے موجود کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔ مجھے توقع ہے آپ کوشش کریں گے کہ اس اعتراض کی تکرار نہ ہو۔

(حاضرین اس سے اتفاق کا اظہار کرتے ہیں)

الـٰـهی : اجازت دیجیے کہ آئندہ بحث کے دوران ایٹم کی حرکت کی بجائے حدوثِ ایٹم، یعنی ایٹم کے آغاز کے الفاظ استعمال کیے جائیں۔

ایٹم، حرکت، آغاز رکھنے والی چیز

جب بات یہاں تک پہنچی تو تمام حاضرین کے چہروں پر شکست خوردگی کے آثار نظر آنے لگے۔ لیکن پروفیسر اقرار کی تازہ بات نے حاضرین میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ انھوں نے کہا:

جنابِ محترم!

آئن اسٹائن نے ایک بات کہی ہے لیکن تمام دانشوروں نے اسے قبول نہیں کیا۔ میں یہ کہوں گا کہ اس کا نظریہ مادہ کے بارے میں درست نہیں ہے اور ناقابلِ فہم ہے۔

ہر حرکت ایک محرک چاہتی ہے۔ یعنی مادہ کی حقیقت حرکت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مادہ کے نظام سے مراد الیکٹرون اور پروٹون کی گردش ہے اور یہ نظام ایک لمحے کے لیے بھی حرکت سے خالی نہیں رہتا۔

الـٰـهی : اس بات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کہ آپ نے آئن اسٹائن کے نظریے پر اچھی طرح غور نہیں کیا ہے اور آپ نے اس دانشور کے

نظریے کو غلط اور ناقابلِ فہم قرار دیا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مادہ کے بارے میں خود آپ کے فرضیے کی رو سے جو بہت سادہ اور قابلِ فہم ہے، اگر الیکٹرون حرکت کرنا چھوڑ دیں تو پھر اس کے نتیجے میں کیا ہوگا؟

اقرار : حرکت ایٹم کی ذات کا لازمہ ہے۔ الیکٹرون کا حرکت سے رک جانا اور ایٹم کے داخلی نظام میں سکونِ مطلق کا مطلب اس کے نابود ہونے کے برابر ہے۔

ایٹم کی داخلی حرکت = ایٹم

لیکن اس کا رک جانا صفر کے مساوی ہے۔

ایٹم ـ حرکت = ایٹم ـ ایٹم

الٰہی : جناب پروفیسر اور محترم حاضرین! کیا کوئی دانشمند اس بات سے اختلاف کر سکتا ہے؟

اقرار، رچرڈ، آصف اور کچھ دوسرے لوگ : کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے، سب اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ:

ایٹم منفی حرکت کے معنیٰ ایٹم منفی ایٹم کے ہیں۔ مادہ (ایٹم) حرکت سے خواہ وہ کسی نوع کی ہو خالی نہیں رہ سکتے۔ بصورت دیگر وہ نیست و نابود ہو جائیں۔

الٰہی : اس بنا پر حرکت کا آغاز رکھنا اور اس کا حادث ہونا۔ ایٹم کے آغاز رکھنے سے ثابت ہوگا۔ اس لیے سب کے اعتراف کے مطابق حرکت اور ایٹم مادہ اور زمانے کی طرح جڑواں بھائی ہیں۔

خواہ حرکت عین ایٹم ہو خواہ ان دونوں کی جدائی
ناممکن ہو۔ دونوں صورتوں میں ایٹم کا حادث
(آغاز و انتہا رکھنے والا) ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ڈاکٹر پائیدار جو مادہ پرستوں کے رہبر اور بائیں بازو والوں کے ایک منفرد طرفدار تھے اس مباحثے کی اطلاع پاکر اور یہ محسوس کر کے کہ بحث ایک نازک مرحلے میں داخل ہو گئی ہے اور ان کا دخل دینا ضروری ہے، اچانک اس مجلس میں آ گئے اور دریافت کیا کہ بات کہاں تک پہنچی ہے؟ انھیں اس کی تفصیل بتائی گئی۔

اس پر انھوں نے کہا:

جناب الٰہی کی دلیل ان باتوں کے جواب میں ہے جو آج کے اور ماضی کے دانشوروں نے مادہ کے بارے میں کہی ہیں اور اگر کوئی فرضیہ بھی پیش کیا جائے جسے پہلے کسی نے پیش نہ کیا ہو لیکن وہ عقل کے نزدیک محال نہ ہو تو اس فرضیے پر بھی مضبوطی کے ساتھ قائم رہا جا سکتا ہے۔

الٰہی: خدا پرستوں کی دلیل ذاتِ خداوندی کی طرح بے نہایت اور ہرگز اس کی بنیاد مفروضوں اور محدود افکار پر نہیں رکھی گئی ہے۔ خدا پرست ہر طرح کے مفروضے اور احتمال کا جو خالق کائنات کے انکار کی راہ کھولنے کے لیے پیش کیا جائے، پوری قدرت اور متانت کے ساتھ دفاع کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

ڈاکٹر پائیدار اگر کوئی نئی بات سامنے لانا چاہتے ہوں تو اسے ضرور سامنے لائیں۔

ڈاکٹر پائیدار: قبل اس کے کہ میں مادہ کے بارے میں تیسرے فرضیے کا ذکر کروں عالی جناب! آج کے اور ماضی کے فرضیوں کے مطابق (کہ ایٹم کبھی حرکت سے خالی نہیں رہا ہے) اپنا استدلال پیش فرمائیں۔

الٰہی: جو کچھ بحث ہو چکی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا کے اولین مادہ کی ایک ابتدا ری ہے۔ اور دنیا کے قسم قسم کے ایٹم اور شاید ایٹموں کو تشکیل دینے والے اجزا بھی اسی مادہ سے وجود میں آئے ہیں[1]

مثلاً:

ہائیڈروجن کا ایٹم۔ ایک الیکٹرون اور ایک پروٹون اور ایک نوٹرون اور پوزیٹرون اور آکسیجن کے دو سے مل کر بنا ہے۔

اسی طرح مختلف اجسام اور عناصر کے سالمے مختلف ایٹموں کی ترکیب سے تعداد اور فاصلے کے اختلاف کے ساتھ وجود میں آئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ رنگا رنگ فرزند اپنی پہلی ماں کے ساتھ سب کے سب اپنا ایک آغاز رکھتے آئے ہیں۔ ایک ایسا وقت گزرا کہ وہ موجود نہیں تھے اور بعد میں انھیں وجود حاصل ہوا۔

سارے جہان ہستی میں کوئی ایک مادہ بھی ایسا نہیں ملتا جو مادہ کے اس ذاتی اور ناقابلِ شکست قانون سے مستثنیٰ ہو۔

---

[1] کتاب "ستارگان از نظر قرآن" میں اس موضوع پر کہ مذکورہ ایٹم دنیا کا اولین مادہ بن سکتے ہیں یا نہیں، تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

جس طرح ۲ × ۲ چار ہوتے ہیں۔ کوئی بھی چیز
جس کی گنتی کی جائے وہ کسی کے پاس، کسی بھی جگہ، کسی بھی زمانے
میں ۲×۲ چار کے اس قانون سے کسی طرح مستثنیٰ نہیں ہوسکتی
اسی طرح مادہ بھی خواہ وہ اس مادی دنیا کی ماں ہو یا
اس کا فرزند اور وہ کسی بھی زمانے اور مقام پر رہے ہوں۔ سب
کے سب اپنا ایک آغاز رکھنے کے معاملے میں مساوی ہیں۔

جناب ڈاکٹر!
اس نظام مادی کی اصل اور فرع کو کس نے اور کون سی
طاقت نے حرکت عطا کی ہے۔؟

ڈاکٹر پایئدار: یہ فطرت ہے جس نے ان تمام مظاہر کائنات
کو اپنی طاقتِ لایزال سے پیدا کیا ہے۔

الٰہی: یہ بات دو حالتوں سے خالی نہیں ہے:
یہ فطرت یا طبیعت مادّہ کی قسم اور جنس سے ہے اور
مادّی ہے ——— یا پھر،
ماوراء مادّہ یعنی غیر مادّی ہے۔

پایئدار: مادّہ سے ماوراء، غیر مادّی۔ یعنی عدم اور نیستی؟
جناب محترم!
بلاخوف تردید، طبیعت مادّی ہے۔

الٰہی: پہلے آپ نے یہ فرمایا کہ ہستی کا انحصار مادّہ پر ہے اور
آپ نے غیر مادّی کو نیستی سے تعبیر کیا۔
آغاز بحث میں اس بات کے بے بنیاد ہونے پر تفصیل سے

بات ہو چکی ہے۔ آپ کے پاس نہ پانے اور نہ جاننے کے سوا اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

مادہ ہے لیکن ہر موجود مادہ نہیں ہے

یہ بات کہ فطرت مادّی ہے ہماری گفتگو ابتدا سے کل مادہ کے بارے میں رہی ہے۔ خواہ وہ پیدا کرنے والا مادہ ہو یا پیدا کیا جانے والا۔

کوئی بھی مادی وجود جو کُل مادہ کی تعریف کے تحت آتا ہو اپنا کوئی آغاز ضرور رکھتا ہے۔ اس اصول سے کوئی مادی وجود مستثنیٰ نہیں۔ آپ جہاں کہیں جائیں آسمان اسی رنگ کا ہوگا۔ نام کی تبدیلی سے مادہ کی کیفیت اور تعریف نہیں بدلتی۔

عالی جناب کے اس دعوے کی بنیاد پر کہ فطرت نے مادہ کو پیدا کیا ہے یا دوسرے الفاظ میں مادہ نے مادہ کو وجود دیا ہے۔ یعنی مادہ نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے۔

محترم حاضرین!

آپ شروع سے اس مباحثے میں شریک رہے ہیں۔

بتایئے! کیا یہ بات درست ہے؟

تمام حاضرین: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز اپنے آپ کو خود ہی پیدا کرے!

پائیدار: آپ کا نقطۂ نظر کیا ہے۔

الشیخ: جب ہم نے یہ جان لیا کہ مادہ سراسر محتاج ہے۔

اور اپنا ایک آغاز رکھنے والا ہے تو یہ ضروری ہوا کہ مادہ سے ماورار کسی طاقت پر اس کے وجود کا انحصار ہو..... اور وہی جہانِ ہستی کا خالقِ ازلی ہے۔

پائیدار: سب سے پہلے میں یہ بات واضح طور پہ کہوں گا کہ یہ بات میری فہم سے باہر ہے کہ کوئی چیز موجود ہو لیکن وہ مادی دنیا سے باہر ہو اور ہر طرح کے مادی خواص سے عاری ہو۔

الٰہی: جس چیز کا وجود ایک قطعی دلیل سے پایۂ ثبوت ہو گیا، پھر اسے اس بات کی ضرورت نہیں کہ جناب پائیدار یا غیر پائیدار کو اس کی حقیقت سمجھ میں آئے اور وہ مادہ سے ماورار عدم و نیستی کے سوا کسی چیز پر یقین کریں۔

بنیادی بات یہ ہے کہ اگر انسان نے اپنے مادی احساس سے دس لاکھ چیزوں کا پتہ چلایا ہے تو ایک ارب چیزوں کا وہ پتہ نہیں چلا سکا ہے۔

انسان لاکھوں قوانین فطرت میں سے صرف جذب و کشش کے عمومی قانون کو سمجھ سکا ہے اور وہ بھی محدود پیمانے پر۔ اور اس سارے علم و دانش کی بنیاد انسان نے اسی کے سایے میں رکھی ہے۔

انسان نے جو روشن ترین چیز پائی ہے اس کے گمان میں محسوس ہونے والا مواد ہے۔ لیکن وہ اسی مادّہ کی حقیقت کو اور اس کی گوناگوں شکلوں اور رائٹم اور سالموں کی حقیقت کو بھی اچھی طرح نہیں سمجھ سکا۔

آج یہ نادان انسان بعض اپنے ہم جنسوں کی دانست

کے مطابق خدا (غیر مادّی وجود) کو نہ پاسکنے کے نتیجے میں کس طرح خود کو یہ کہنے کا حق دیتا ہے کہ خدا نہیں ہے۔ اور وہ بھی اپنے مادی احساس اور مادّی حواس کے ذریعہ اور اس دلیل کی بنا پر کہ وہ اسے اپنے مادّی حواس سے محسوس نہیں کرسکتا۔

اس صورت میں جبکہ مادّہ کو محسوس کرنے والے اور اکات یعنی حواس خمسہ، بہت سے مادی حقائق کو محسوس کرنے اور سمجھنے سے بھی قاصر ہیں، وہ کس طرح مادہ سے ماورار حقائق کو محسوس کرسکتے ہیں۔

حواس خمسہ میں سے ہر حاسّہ کا ایک مخصوص کام ہے کہ اس کے علاوہ وہ دوسرا کام نہیں انجام دے سکتا۔

مثلاً:

آنکھوں سے سنا نہیں جاسکتا، کانوں سے دیکھا نہیں جاسکتا۔ اور ناک سے سنا نہیں جاسکتا۔ اور لامسہ (چھوکر محسوس کرنے کا حاسہ) سے چکھا نہیں جاسکتا۔

تو پھر کس طرح یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ جس خدا کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا اسے دیکھ لیا جائے۔ اور مادہ سے ماورا موجود کا کسی مادی ذریعہ سے ادراک کرلیا جائے۔

نہیں —— ہرگز نہیں۔ خدا کی ذاتِ اقدس کسی طرح بھی قابلِ ادراک نہیں ہے۔ وہ "لاتدرکہ الابصار" ہے، ظاہری و باطنی آنکھ، عقل و ادراک کی آنکھ اس کی ذات کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہے۔

اس بارے میں بحث کے آغاز میں بھی ہم نے گفتگو کی ہے اور بحث کے آخر میں بھی اس کے بعض پہلوؤں پر گفتگو کریں گے۔

پائیدار: شاید آپ یہ خیال فرمارہے ہوں گے کہ آپ نے آہستہ آہستہ ہمیں مادہ سے ماوراکسی طاقت کے تسلیم کرنے پر آمادہ کر لیا ہے؟ لیکن اب آپ کے استدلال کی بنیاد ایک احتمال کی بنا پر ڈھے جائے گی۔

جناب محترم!
دنیا کا اولین مادہ ازل (بے آغاز) سے موجود
رہا ہے اور یہ صرف مادہ کی حرکات اور تغیرات
ہیں جو ازل کے بعد اور اس درمیانی عرصے میں
ظاہر ہوتے رہے ہیں۔

الٰہی: باوجودیکہ تمام دانشوروں کے نظریات اس تصور کے خلاف ہیں اور ان کے نزدیک مادہ سے مراد، انرجی اور حرکت کے یکجا ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اور بلا خوف تردید اور ذرہ برابر اختلاف کے بغیر وہ حرکت کو (کم از کم ایٹم کے داخلی نظام میں) مادہ کے وجود اور ذات کا لازمہ سمجھتے ہیں۔

ان تمام حالات کے باوجود ہم ڈاکٹر پائیدار کے ساتھ ہم آہنگی کی خاطر اور ان کے اس محال کو ممکن سمجھ کر آپ سے پوچھتے ہیں۔

جس وقت مادہ میں حرکت اور انرجی ظاہر ہوئی تو
وہ کس طاقت کے ذریعے وجود میں آئی یا باہر سے؟
یا کسی سبب کے بغیر؟

پایئیدار: مادّہ کی ذات کے اندر سے یعنی مادّہ اپنے داخلی نظام میں اور پھر اپنے خارج میں جنبش، حرکت اور تغیر کی آمادگی کا تقاضہ رکھتا تھا اور ایک موقع پر اس نے خود حرکت کا آغاز کیا۔

الٰہی: کیا یہ آمادگی ابتدا سے، ازل سے مادّہ کے ساتھ رہی ہے یا وہ بھی خود حرکت کی مانند ازل کے بعد یا درمیانی عرصے میں وجود میں آئی ؟

جناب ڈاکٹر !

آپ نے اپنے اس مفروضے میں مادّہ کے اندر حرکت کو آمادگی کے تقاضے کا ظہور سمجھا ہے، تو یہ تقاضہ بھی ایک طاقت ہی ہوا جو اپنے اندر کسی مخلوق کو پیدا کرنے کی قوت رکھتی ہے۔

ہم اب اس تخلیق کرنے والی طاقت "اقتضا" کے بارے میں اپنا پچھلا سوال دہرائیں گے کہ:

خود وہ کہاں سے وجود میں آیا ——— ؟

ڈاکٹر پایئیدار: بہتر یہ ہے کہ ہم خود "حرکت" کو زیر بحث لائیں۔ فی الحال اس کے اقتضا سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔

الٰہی: اس حرکت کو آپ کے مفروضے کے مطابق کس طاقت نے ایک معینہ وقت پر وجود بخشا ؟

اگر آپ کہتے ہیں مادّہ نے۔ تو خود آپ کے مفروضے کے مطابق، مادّہ ازل سے موجود رہا ہے تو حرکت بھی جو اس کا ایک مقتضا یا لازمہ ہے ازل ہی سے اس کے ساتھ موجود رہی ہے مگر کیا آپ مادّہ کے لیے کسی عقل و اختیار کا بھی تصور فرمائیں گے۔

کہ اس نے دانشمندوں اور عقلمندوں کی طرح ایک خاص موقع پر حرکت کا آغاز کیا۔

پائیدار: نہیں جناب محترم! مادہ کوئی عقل وشعور نہیں رکھتا۔ یہ مادہ کے تغیرات ہیں کہ جو عقل وادراک کی طاقت کو وجود بخشتے ہیں۔

الٰہی: اس بنیاد پر تو یہ ماننا پڑے گا کہ مادہ کی حرکت جس کا آغاز ازل کے بعد ہوا خود مادہ کی طرف سے نہیں تھی۔ لازماً اس کا آغاز مادہ سے ماوراء ایک طاقت کی طرف سے ہوا۔

پائیدار: جناب محترم! آپ جلدی نہ فرمائیں، یہ حرکات محض اتفاق وحادثے کی بنا پر ازل کے بعد شروع ہوئیں۔

الٰہی: بحث کے آغاز میں بھی اس طرح کی گفتگو ہو چکی ہے۔ اس وقت ہم نے کہا تھا، اتفاق وحادثہ بھی وجود کی طرف لوٹتا ہے یا پھر عدم کی طرف۔
آپ کا یہ حادثہ ایک طاقت ہے یا طاقت سے خالی ہے اگر یہ طاقت ہے اور وہ بھی مادی تو پھر ہمارا سوال یہ ہوگا کہ اس کا بھی کوئی خالق ہوگا؟
اور اگر نہیں تو پھر بحث کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ نیست سے ہست وجود میں نہیں آتا۔
اس خیال سے کہ بات مزید واضح ہو جائے عرض ہے کہ اتفاق وحادثے کا لفظ دو مواقع پر استعمال ہوتا ہے۔

① ——— حادثہ سے مُراد دراصل دنیا کا ظہور ہے
اس کا غلط ہونا ابتدا ہی سے ظاہر ہے۔

② ——— حادثہ سے مراد وہ تغیرات ہیں جو کسی موجود
میں ظاہر ہوتے ہیں۔
اس کے بارے میں ہم بعد میں کچھ باتیں عرض
کریں گے۔

خداشناسی کی جانب دوسرا قدم

پائیدار: ہم نے قبول کیا۔
آپ نے یہاں تک مادّہ کی حرکات اور تغیرات کو مادّہ
سے ماورا کسی طاقت کی مخلوق قرار دیا ہے؟
یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خود مادّہ اپنی حرکات کی طرح مخلوق ہو
اور ازلی نہ ہو؟

الٰہی: اب تک تمام حاضرین محترم نے اس بات کو قبول کیا
ہے کہ:

ایٹموں، سالموں اور اجسام کے داخلی نظام
کی تمام حرکات اور مادّی دنیا کے تمام تغیرات
مادّہ سے ماورا ایک طاقت کے ذریعہ وجود
میں آئے ہیں۔ اس طرح مادّہ سے ماورا ایک
موجودِ ازلی کا وجود آپ پر ثابت ہوچکا۔

(حاضرین کی جانب سے اس بات کی تصدیق اور تشکر کا اظہار)

اب ہم محترم صاحبان کے قدم بقدم دوسرے موضوع کی تکمیل کی جانب بڑھتے ہیں :

مادہ کی اصل اور اس کے تمام تغیرات مادہ سے ماورا ایک طاقت کی طرف سے ہیں

جنابِ ڈاکٹر طارق! اگر آپ نے فراموش نہ کیا ہو، ابتدا ہی میں موجودِ ازلی (جس کا آغاز نہ ہو) اور حادث (جس کا آغاز ہو) کے درمیان فرق کے بارے میں ہم گفتگو کر چکے ہیں۔

اس وقت ان صاحبان نے یہ وضاحت کی تھی کہ ازلیت کے معنیٰ ایک بے نیاز مطلق کے ہیں کہ وہ اپنے وجود اور کمالات اور کیفیات کے لیے اپنے سے ماورا کسی دوسری طاقت کا محتاج نہیں ہوتا اور جو بھی موجود اس صفت کا حامل نہیں ہوگا وہ لازمی طور پر حادث ہے۔

یعنی اپنا آغاز رکھتا ہے۔

میں نے اس وقت کہا تھا کہ کیا آپ صاحبان مادہ کی دنیا میں بے نیازی کے آثار دیکھتے ہیں ؟

میرے اس سوال پر یہ درخواست کی گئی تھی کہ اس بارے میں گفتگو بحث کے آخر میں کی جائے گی۔ اب ہماری بحث اس مناسب موقع پر پہنچ چکی ہے۔

جنابِ ڈاکٹر طارق اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

ڈاکٹر طارق : میں اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ مادہ

محتاج ہے۔ جناب ڈاکٹر پائیدار! اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ڈاکٹر پائیدار: مادّہ کی محتاجی کا انحصار ان تغیرات پر ہے جو کہ اس نے ازل کے بعد اپنے سے ماوراء سے حاصل کیے ہیں لیکن بنیادی طور پر، وجودِ حقیقی یا ہستیٔ مطلق کوئی حاجت نہیں رکھتی۔

ازلیتِ مادّہ کی چار محاذوں پر شکست

زمانہ، حرکت، تغیر، ترکیب

الٰہی: اگرچہ مادّہ کی ازلیت (بے آغاز ہونا) کو پہلی بار "زمانے" کے محاذ پر شکست ہو چکی ہے اور اب دوسری بار وہ اپنی ہمیشگی اور بے آغاز ہونے کے دعوے سے دست بردار ہو گئی اور اس کے ایک ایک جز بلکہ پورے وجود پر نیاز مندی کی اور اپنا آغاز رکھنے کی مہر ثبت ہو گئی اور عام دانشوروں کے فرضیوں کی یہ بنیاد ڈھے گئی کہ حرکت عین مادّہ ہے یا پھر وہ مادّہ کی ہمیشگی کا ہم زاد ہے۔ اب صاحبانِ مجلس دوسرے محاذوں تغیر اور حرکت پر جنگ کے انجام کو دیکھنے کے منتظر ہیں۔

لیکن جناب ڈاکٹر پائیدار کی ہم قدمی کی خاطر ان کے اس نئے فرضیے کی بنیاد پر (جس کا علم کی دنیا میں کوئی حامی نہیں ہے) کہ مادّہ میں حرکت ازل کے بعد اور اثنائے راہ میں شروع ہوئی۔ خدا پرست بحث کو آگے بڑھانے کے لیے آمادہ ہیں اور خدا پرستوں کو اس کا بخوبی احساس ہے کہ ڈاکٹر پائیدار اور ان کے ساتھی اپنی پائیداری

کے آخری امکانات کو 'حرکت' کے محاذ پر تلاش کر رہے ہیں اور وہ مادّہ کی ازلیت کو دوبارہ زندہ کرنے کی بے کار کوشش میں مصروف ہیں۔

لیکن اس بارے ہیں گفتگو شروع کرنے سے قبل میں ڈاکٹر پائیدار سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ نے کس طرح اپنے اعتراض میں مادہ کی محتاجی اور نیاز مندی کو حرکت ہی کے دائرے تک محدود سمجھا اور وہ بھی ازل کے بعد۔ حالانکہ مادّہ کی نیاز مندی اور اس کا اپنے ایک آغاز کے لیے محتاج ہونا، چاروں دائروں، زمانہ، حرکت، تغیر اور ترکیب میں ثابت ہے۔

ڈاکٹر پائیدار: ہیں نے جو بات مادّہ کی حرکت کے بارے میں کہی ہے اگر وہی بات زمانے کے بارے میں کہی جائے تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟

جناب محترم!

جیسا کہ مادہ کی حرکت ازل کے بعد سے شروع ہوئی ہے، لہٰذا زمانہ بھی جو مادہ کی حرکت کا مظہر ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ازل کے بعد اور حرکت کے دوش بدوش پیدا ہوا ہو۔

البتہ دوسرے دو مظاہر جو آپ کے دعوے کے مطابق، تغیر اور ترکیب ہیں، ابھی تک ان کے بارے میں بحث نہیں ہوئی کہ ان کے بارے میں نفی یا اثبات کا موقف اختیار کیا جا سکے۔

الٰہی: اس بنا پر آپ نے یہ اعتراف کیا کہ زمانہ اور حرکت دو

جڑواں بھائی ہیں، اُن کا آغاز اور انجام ایک ہی ہے۔ اس صورت میں زمانے کی اور مادہ کی عمر ایک ہی ہوگی۔ اور حرکت کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا۔

اس کے نتیجے میں مادہ اور اس کے دو مظاہر۔ حرکت اور زمانہ محتاج بھی ہوں گے اور اپنا ایک آغاز بھی رکھیں گے۔

ڈاکٹر پائیدار : اگر ایسا ہے تو اس کی دلیل پیش کیجیے۔

الٰھی : اگر زمانہ آغاز ہی سے مادہ کے ساتھ نہیں رہا ہے اور وہ حرکت کے مانند آپ کے مفروضے کے مطابق ازل کے بعد مثلاً ایک ارب سال قبل پیدا ہوا اور اس سے قبل ازل تک زمانہ موجود نہیں رہا ہے تو اس صورت میں آپ اس بات کو تسلیم کریں کہ :

مادہ کی عمر : ازلیت + ایک ارب سال ہے۔

کیا ایسا نہیں ہے ؟

ڈاکٹر پائیدار : اس میں کوئی شک نہیں۔

الٰھی : اب کہ مادہ کی عمر : ازلیت + ایک ارب سال ہے تو وہ عرصہ جبکہ ابھی زمانے نے اپنا آغاز نہیں کیا تھا اس ایک ارب سال ہی کے برابر ہوگا یا اس میں کوئی کمی بیشی ہوگی ؟

پائیدار : ایک ارب سال سے زیادہ ہوگا۔

الٰھی : اچھا اس بات کو آپ یوں سمجھیں کہ ہمارے مفروضے کے مطابق زمانہ ایک ارب سال قبل پیدا ہوا اور اس سے پہلے کا عرصہ بھی ایک ارب سال کے برابر ہو تو کیا ہم یہ نہ کہیں گے کہ

مادہ کی عمر : ازلیت + دو ارب سال ہے ؟

پائیدار: اس میں کیا شک کیا جا سکتا ہے۔

الٰہی: یہ کیسی ازلیت ہے کہ وہ اپنے اندر کمی و بیشی کو قبول کر لیتی ہے۔ لامحدود جو بے آغاز اور بے انتہا ہوتا ہے اس میں کبھی کمی و زیادتی نہیں ہوتی۔

چنانچہ زمانے کی کمی بیشی مادہ ازلی کی عمر میں اضافہ کرتی ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مادہ کی عمر اور زمانے کی عمر دونوں ایک ہی جنس اور نوع سے تعلق رکھتے ہیں۔

مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ زید کے پاس ایک ہزار ڈالر ہیں اور اگر ان میں سو روپے ملا دیے جائیں تو کیا یہ ایک ہزار ایک سو ڈالر ہو جائیں گے یا اس کے برعکس اگر سو روپے کم کیے جائیں تو ڈالروں میں کمی واقع ہو جائے گی؟

پائیدار: جی نہیں۔ کسی چیز کی کمی و بیشی کے لیے ہم جنس و ہم نوع ہونا لازمی شرط ہے یعنی خود اس چیز کی جنس میں کمی و بیشی ہونی چاہیے تاکہ اس میں کوئی کمی یا زیادتی واقع ہو۔

الٰہی: اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مادہ کی عمر زمانے کی جنس میں سے ہے، کیونکہ مفروضے کے مطابق اب اس کی عمر:

ازلیت + ایک ارب سال یا دو ارب سال ہے۔

صاحبانِ محترم! کیا یہ بات درست نہیں ہے؟

حاضرین: جی ہاں ایسا ہی ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

الٰہی: میں زیادہ واضح طور پر یہ کہوں گا کہ مادہ کا زمانہ ڈاکٹر پائیدار

کے مفروضے کے مطابق ازل کے بعد سے شروع ہوا ہے۔

زمانے کے شروع ہونے سے قبل مادہ کی عمر اور زمانے کے شروع ہونے کے بعد زمانے کی عمر یہ دونوں عمریں ایک ہی جنس سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس اصول کی بنیاد پر شروع ہونے والے زمانے کے ساتھ آغاز اور بالآخر نیست و نابود ہونے کی صفت وابستہ ہے۔

اس لیے مادہ (جو آپ کے مفروضے کے مطابق ازلی ہے) بھی آغاز اور نیست و نابود ہونے کی صفت سے متصف ہوگا اور نتیجہ کچھ اس طرح ظاہر ہوگا:

مادہ = زمانہ = حرکت

مادہ = حرکت

پائیدار: نہیں ——! یہ کس طرح ——!

ایسا نہیں ہے،

اصولاً میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ مادہ کی عمر، ازلیت جمع ایک ارب سال ہے اور ازلیت سے پہلے مادہ منہا ایک ارب سال ہے۔

الٰہی: صاحبانِ محترم!

کیا یہ بات درست ہے کہ مادہ کی ازلیت، ازلیت جمع ایک ارب سال اور ازلیت جمع صفر سال مساوی ہے؟

کیا ایک ارب سال سے مادہ کی عمر میں اضافہ نہیں ہوتا؟

یعنی کیا وہ صفر سال کے مساوی ہیں——؟

پائیدار: میری خواہش ہے کہ آپ اس نکتے کی مزید توضیح فرمائیں۔

الٰہی: میں اپنا مدعا سمجھانے کے لیے ایک زیادہ واضح مثال پیش کروں گا:

فرض کیجیے، آپ کے پاس ایک روپے کے بے حساب سکے ہیں۔ اب اس میں سے دس سکے کم کر دیے جاتے ہیں یا ان میں دس کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

بلا تردید سکوں کی تعداد کم یا زیادہ ہو جائے گی اور یہ بات سکوں کے بے حساب ہونے کے دعوے کے غلط ثابت ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

یہ نتیجہ بھی ہم نے اس بنا پر اخذ کیا کہ جن دس سکوں کی ہم نے کمی یا بیشی کی تھی وہ ان سکوں کی جنس ہی میں سے تھے۔ یعنی دونوں ایک ایک ہی روپے کے سکے تھے۔

اگر روپے کے سکوں کے اس مفروضہ بے حساب ڈھیر میں دس ریال ڈال دیے جائیں یا اس ڈھیر کو ایک ہزار روپوں کا ڈھیر فرض کر لیا جائے تو ان دس ریال کو روپوں کے علاوہ قرار دیا جائے گا جنس مختلف ہونے کی بنا پر وہ ایک روپے کے سکوں کی تعداد میں اضافہ نہیں کر سکیں گے۔ اس کے برعکس ان دس ریال کو نکال لیا جائے تو روپے کے سکوں کی تعداد میں کمی نہیں آئے گی۔ اس کی واحد وجہ دونوں کے جنس میں اختلاف ہے۔

ہم نے یہ فرض کیا تھا کہ زمانہ مادہ کے وجود میں آنے کے

ایک ارب یا دو ارب سال بعد ظاہر ہوا تھا اور اس کے ظاہر ہونے کے بعد سے اب تک ایک ارب یا دو ارب سال گزرے ہیں لیکن زمانے کی یہ عمر مادہ کی عمر (زمانے کے ظہور سے پہلے کا عرصہ) کی ہم جنس نہیں تھی۔ اس لیے زمانے کی عمر میں کمی یا بیشی مادہ کی ازلی عمر میں کمی یا اضافہ کا سبب نہیں بنتی۔ اس طرح یہ بات سب پر روشن ہو گئی۔

مادہ کی عمر، ازلیت جمع ایک ارب سال یا
ازلیت منفی ایک ارب سال ہے۔

جیسا کہ آغازِ بحث میں ہم نے بار بار کہا ہے کہ کسی چیز کے اجزا کا محدود ہونا اس کے بے نہایت اور ازلی ہونے کے مفروضے کو خود بخود باطل قرار دے دیتا ہے۔

صاحبانِ محترم!

توقع ہے کہ اس بارے میں کوئی چیز آپ پر پوشیدہ نہیں رہی ہو گی۔

اس دلیل کا درج ذیل شکل میں اعادہ کیا جاتا ہے:

مادۂ بے آغاز کی عمر جمع ایک ارب سال
مادۂ بے آغاز کی عمر سے پیشتر منفی ایک ارب سال ہو گی۔

ہم فرض کرتے ہیں کہ اب تک مادہ کی عمر کے ایک ارب سال، کہ جس نے ازل کے بعد سے زمانے کا آغاز کیا ہے، گزر چکے ہیں۔

یہاں ہم اصل مادہ کے آغاز کی دلیل پر نظر ڈالتے ہیں:

(۱) —— یہ کہ مادہ اپنی عمر میں کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے۔

② ——— مادہ کے لیے عمر زمانی کو قبول کرنا خود یہ ظاہر کرتا ہے کہ مادہ اصولاً زمانی ہے اور موجود زمانی اپنا آغاز رکھتا ہے۔

③ ——— کبھی بھی کسی چیز کا نقیض اپنے مخالف (دوسرے نقیض) کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ جیسے شب و روز کا ایک افق پر جمع ہونا یا کسی چیز کا ایک خاص زمانے میں موجود ہونا بھی اور موجود نہ ہونا بھی۔

اس بنیاد پر کوئی چیز اپنے نقیض کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ مل کر ایک نہیں ہو سکتی یا اس کا وصف یا اس کی موصوف نہیں بن سکتی۔ مثلاً:

ایک کا عدد جو ایک خاص خصوصیت کے ساتھ موصوف ہے وہ دُو ہو جائے،

یا یہ کہ ایک کا عدد منفی ایک کا وصف اختیار کرلے۔ ایک کس ایک کا منفی ہوتا ہے۔

اسی طرح موجود ازلی (آپ کے مفروضے کی بنا پر مادہ کے مانند) کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ عین ازلی (بے آغاز) ہونے کے ساتھ اپنا آغاز بھی رکھے۔

اسی طرح محال ہے کہ یہ بے آغاز موجود آغاز رکھنے کے وصف کے ساتھ بھی متصف ہو۔

پس بے آغاز مادہ کے لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ ازل

کے بعد وہ زمانی ہوجائے اور زمانے کی صفت کو جو آغاز رکھنے والی موجودات کی خصوصیت ہے اپنے لیے قبول کرے۔

اصولی طور پر موجود ازلی نہ آغاز رکھنے والی اور حادث موجودات کے وصف کو قبول کرتا ہے اور نہ موجود حادث ازلیت کے وصف سے متصف ہو سکتا ہے۔

ازلی اور حادث دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ ان کے درمیان کبھی صلح نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک موجود میں ایک حالت میں، باہم جمع نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ یہ دونوں اپنی ذات اور ہستی میں ایک دوسرے کے نقیض ہیں، ان کے اوصاف بھی ایک دوسرے سے تناقض رکھتے ہیں:

(۱) ــــــ ذات ازلی ــــــ ذات حادث

(۲) ــــــ صفات ازلی ــــــ صفات حادث

(۳) ــــــ ذات ازلی ــــــ صفات حادث

(۴) ــــــ ذات حادث ــــــ صفات ازلی

یہ دونوں موجود بے آغاز اور با آغاز، محدود اور نامحدود، کسی حالت میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ہم بستگی اور پیوستگی نہیں رکھتے۔

امید ہے کہ اس بات کا مطلب اچھی طرح واضح ہو چکا ہوگا۔

(عام حاضرین کی طرف سے تصدیق و تشکر کا اظہار)

السٰھی: جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے

میں صرف یہ اضافہ کروں گا کہ

کیا مادّہ زمانے سے پہلے لازمان کی حالت میں رہا ہے ؟
کیا قبل و بعد کے الفاظ خود زمانے کا ایک واضح ثبوت نہیں ہیں ؟

مادّہ جو اپنا قبل اور اپنا بعد رکھتا ہے ، عمر رکھتا ہے ، یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کی عمر کی ایک مقدار "زمانہ" اس کی کل عمر کے حساب میں شامل نہ ہو اور صرف زمانے سے قبل کا عرصہ ازلیت منہا زمانہ (ازلیت — زمانہ) اس کی عمر کی تشکیل کرے ——— ؟

ڈاکٹر پایئدار : میں جناب الہٰی کے حسنِ استدلال اور حسنِ اخلاق کا متشکر ہوں ، انصاف یہ ہے کہ ان کی یہ بات قابل قبول ہے

الٰہی : ان دو دلائل سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم آپ سے پوچھتے ہیں :

دو موجود ازلی : ماورار مادّہ و مادّہ

——— یا ———

ایک موجود ازلی : ماورار مادہ

کیا مادّہ کی موجودیت کی بنیاد اہم ہے یا اس کی حرکت اور اس کا تغیر ——— ؟

پایئدار : یقیناً ہر چیز کے وجود کی اصل ، اصل پر عارض ہونے والے حالات سے بدرجہا زیادہ اہم ہے ۔

الٰہی : پھر کس طرح مادّہ موجودیت کی اصل میں اپنے سے ماورار

کسی کا محتاج نہیں ہے، جیسا کہ آپ نے اس سے پہلے تسلیم کیا۔ مادہ اُن حرکات کے لیے جو اس نے ازل کے بعد شروع کیں اپنے سے ماورار کا محتاج رہا ہے۔

یہ بات خود آپ کے اعتراف کے مطابق کچھ اس طرح سے ہے۔ ایک شخص پانچسو کیلو گرام کا وزن اٹھا سکتا ہے لیکن اسے حرکت میں لانے سے قاصر ہے۔

ڈاکٹر پاپاشیدار : ازلیت کے کم اور زیادہ ہونے کے بارے میں جو واحد نقص نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ:

خدا پرست مادّہ سے ماورار خدا کے بارے میں کیا سوچتے ہیں ——— ؟

کیا اس کے خدا کی عمر بھی زمانے کے علاوہ ازلیت ہے؟ اس وقت سے کہ جب سے مادّہ نے زمانے اور حرکت کو پیدا کیا، اس وقت تک کا عرصہ، کئی ارب سال ہے۔ کیا خود اس سے اس کی ازلیت میں اضافہ ہوتا ہے ——— ؟

کیا اس کے نتیجہ میں،

خدا کی عمر: ازلیت جمع کئی ارب سال ہوگی۔ اور زمانے کے آغاز سے قبل اس کی عمر ازلیت منہا کئی ارب سال رہی ہے۔ یہ کیسی ازلیت ہے جو کم اور زیادہ ہوتی ہے ؟

السّھی : خود یہ لفظ ' ماورار مادہ ' اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ موجود ازلی، زمانہ، حرکت اور تغیر اور ترکیب سے ماورار ہے اور تمام مادّی مظاہر و عوارض سے بھی ماورا ہے۔ ازلیت ،

ابدیت، سرمدیت کے الفاظ کے تمام معنوں کا وہ حامل ہے۔ نہ اس کا کوئی آغاز ہے، نہ وہ کسی کا نیاز مند ہے اور نہ اس کا کوئی آخر ہے۔ وہ نہ زمان میں ہے اور نہ مکان میں۔ وہ زمان و مکان سے پہلے سے موجود ہے اور اس مادی دنیا کے خاتمے کے بعد بھی باقی رہے گا۔

زمانے کی کمی و بیشی ایک ایسے موجود میں کمی اور زیادتی کرتی ہے جو زمانے کے تصرف میں رہا ہو اور مادی ہو۔ خواہ وہ آغاز زمانی ہو اور خواہ (آپ کے تصور کے مطابق) زمانے کے وسط میں ظاہر ہوا ہو۔

مادہ اگر آپ کے سابقہ مفروضے کے مطابق ازل سے بے زمان اور بے حرکت رہا ہے تو اس صورت میں بھی ازل کے بعد سے اس نے تغیر کا آغاز کیا ہے۔ اور زمانہ کے دوش بدوش رہا ہے اور زمانی قرار پایا ہے۔

لیکن مادہ سے ماوراء خدا کی ذات مقدس میں کبھی بھی تغیر و تبدل اور نتیجۃً حرکت اور زمانے نے راہ نہیں پائی ہے کہ زمانے کی کمی و بیشی اس کی عمر میں کمی اور زیادتی کر سکے۔

اصولی طور پر عمر کا لفظ ایک ایسے موجود کے بارے میں جو کبھی زمانی نہیں رہا ہے اور نہ رہے گا، بے موقع ہے۔ اور عمر سے اور ہر ایسی چیز سے مافوق ہے۔

خلاصہ یہ کہ چونکہ زمانہ حرکت کا مظہر ہے اور ماوراء مادہ خالق ہرگز نہ تغیر اور حرکت کا حامل رہا ہے اور نہ رہے گا۔ زمانہ بھی اس کے لیے نہیں ہے۔ خدا کی ازلیت میں نہ زمانہ کوئی اضافہ

کرتا ہے اور نہ وہ اس میں جمع ہو کر اسے بڑھا سکتا ہے۔ نہ اس میں کوئی کمی اور اضافہ کر سکتا ہے۔

اصولی طور پر ازلیت کمی و بیشی کے قابل نہیں ہے۔

بے آغاز اور لامحدود خدا کا شمار نہ زمانے کی آفرینش سے قبل اور زمانی ہونے کی صفت رکھنے والی موجودات سے قبل ان کے زمرے میں ہوا ہے نہ بعد میں ہوا ہے۔

بے شک زمانے کو اس نے ازل کے بعد سے مادہ میں اور مادہ کے ہم دوش پیدا کیا ہے۔ زمانے کو اس نے مادہ کے اندر پیدا کیا ہے نہ کہ اپنی ذات کے اندر۔

مادّی دنیا کی تخلیق ازل کے بعد سے، اس بات کو لازم نہیں کرتی کہ ذاتِ اقدس الٰہی مادّی ہو اور مادّی رہے۔ اسی طرح مادہ کے اندر زمانے کی تخلیق ذات اقدس الٰہی کو زمانی نہیں بناتی۔

لیکن مادۂ ازلی نے (آپ کے فرضیے کے مطابق) ازل کے بعد سے زمانے کو خود اپنی ذات کے اندر پیدا کیا۔ یہ بات خود اس امر کی دلیل ہے کہ مادّہ کی ذات زمانی ہے۔ ورنہ وہ زمانے کو اپنے اندر قبول نہ کرتی۔

مادہ کی ذات حادث اور آغاز رکھنے والی ہے، ورنہ وہ حادث ہونے کی صفت یعنی زمانے کو اپنے اندر جگہ نہ دیتی۔

بے شک خدا کی ذات زمانے کے ساتھ نہ جمع ہوئی ہے اور نہ ہوتی ہے اور اس بنا پر یہ زمانے کی محکوم نہیں ہوگی۔ لیکن مادہ کی ذات اپنی صورت میں زمانی ہے اور یہ چیز خود زندگی کے آغاز

اور مادہ کے حدوث پر گواہ ہے۔

انجینئر دلشاد: جناب الٰہی! میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کیونکہ ہمارے عزیز ساتھی جناب ڈاکٹر پائیدار تھک چکے ہیں اور بسا اوقات تھک جانا، پیچھے ہٹ جانے کا سبب بنتا ہے، بس بحث کے سرے کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں۔

الٰہی: اگر تھک جانا، پیچھے ہٹنے کا سبب بنتا ہے تو میں نے سترہ صاحبانِ محترم سے قسم قسم کی گفتگو کی ہے، مجھے بھی سترھویں بار پیچھے ہٹ جانا چاہیے تھا۔ —— بہت خوب فرمائیے!

"واللہ غالب علی امرہ"

دو موجود ازلی
ماورا مادہ اور مادہ
یا صرف ایک

دلشاد: دنیا میں دو موجود ازلی، ماورا مادہ اور مادہ ہوں تو اس میں کیا امر مانع ہے؟

الٰہی: اگر مادہ کی ازلیت مختلف محاذوں پر قطعی شکست سے دوچار نہ ہوتی تو کوئی امر مانع نہ تھا۔

بلکہ نہیں —— اس ازلیت نے تو اس حاجت مندی کے ساتھ جس کا اظہار ڈاکٹر پائیدار نے مادہ کے لیے کیا تھا استدلال کے طاقتور ہاتھوں سرنگوں ہونا قبول کر لیا۔ اس نے تو خود ہی

ازلیت کے محاذ پر شکست کھائی ہے اور اب کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں۔

صاحبانِ محترم!

کیا آپ نے خود اس بات کا اعتراف نہیں فرمایا تھا کہ ازلیت: مطلق بے نیازی ہے؟

اس بنا پر مادّہ، جو اپنے تغیّر کے لیے اپنے سے ماوراء طاقت کا محتاج ہے، ہرگز ازلی نہیں ہوگا۔ اگر آپ محض ایک نام اور عنوان تجویز کرنے سے خوش ہوتے ہیں تو فرمائیے!

مادّہ سے ماوراء طاقت نام اور حقیقت
دونوں اعتبار سے ازلی ہے، لیکن مادّہ نے
صرف ازلیت کے لفظ سے تبرّک حاصل کیا
ہے مگر اس لفظ کے معنٰی سے اسے کوئی
حصہ نہیں ملا۔

دلشاد: اب آپ دُو دوسرے محاذوں "تغیر اور ترکیب" کے بارے میں گفتگو فرمائیے۔ اگر مادّہ نے دو گزشتہ محاذوں یعنی "زمانہ اور حرکت" پر خود کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے تو اب اس کے دوسرے مظاہر پر گفتگو ہونی چاہیے۔

الٰہی: جب ہم پہلے دو محاذوں پر ازلیت مادّہ کی شکست کو یاد کرتے ہیں تو ہمیں اگر و مگر کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی تاہم چاروں جانب سے مادّہ کا گھیراؤ کرنے کے لیے اپنی گفتگو کو جاری رکھنا چاہیں گے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مادہ پرستوں کے خلاف جو استدلال کیا تھا اس کا ہم آغاز بحث میں ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرزِ استدلال کا میں یہاں اعادہ کرتا ہوں :

اگر دنیا کا کوئی آغاز تھا
تو کیسے تھا کہ اب نہیں ہے؟

آپ جانتے ہیں اس سوال کا منصفانہ جواب یہ ہے کہ حاجت مندی اور آغاز (حدوث) کی تمام نشانیوں نے مادہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہ کبھی اس طرح کہ مادہ محتاج ہونے کی روسیاہی[1] اور نیاز مندی سے نہ کبھی خالی رہا ہے اور نہ رہے گا۔

جیسا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اجسام کے حدوث یعنی ان کے مخلوق ہونے کے دلائل دیے ہیں :

(۱) —— حرکت اور تغیر ہمیشہ مادہ کے ساتھ رہے ہیں اور اب بھی ہیں اور مادہ کو کبھی مسلسل تغیر اور حرکت کے عوارض سے چین نہیں ملا — !

(۲) —— مادہ اپنے نظام اور وجود کے لیے چند اجزا کی ترکیب کا محتاج ہے اور پورے عالم مادہ میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے

---

[1] دونوں عالم میں مخلوق سے محتاجی کبھی جدا نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

ذرے کی موجودگی کا امکان نہیں ہے جو

اجزائے ترکیبی سے بے نیاز ہو۔[1]

دلشاد : آج سائنس نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ایٹم کو ترکیب دینے والے اجزا الیکٹرون، پروٹون، نیوٹرون، پازیٹرون وغیرہ قابلِ تجزیہ نہیں ہیں اور نہ دوسرے اجزا سے مل کر بنے ہیں۔ اور یہی متذکرہ اجزا عالمِ طبیعت کے پہلے مادہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

الٰہی : دنیا کے اولین مادہ کے بارے میں ہم نے پہلے بھی گفتگو کی ہے اور مختلف فرضیوں اور امکانات کا ذکر ہو چکا ہے۔[2]

فی الحال جو چیز ہماری اس بحث سے مناسبت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کا اولین مادّہ سب سے پوشیدہ ہے اور ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اولین مادہ یہی ایٹم کے اجزا ہیں یہ انسانی عقل کی ایک چھوٹی سی کرن ہے جس نے ایٹمی قلعوں کے قلب میں شگاف ڈالا ہے اور اپنی دانست میں اس کے چند اجزا کو دریافت کیا ہے اور وہ اس قلعہ سے روز بروز چند جدید اجزا نکالتی رہتی ہے۔

لیکن کیا خود یہ اجزائے ترکیبی کچھ دوسرے اجزا سے مل کر نہیں بنے ہوں گے؟

یہ صحیح ہے کہ انسان ابتک ان اجزا کو دریافت نہیں کر

---

[1] طبرسی کی کتاب احتجاج سے ماخوذ۔

[2] مصنف کی کتاب "ستارگان از نظر قرآن" سے رجوع کیجیے۔

سکا ہے لیکن دریافت نہ کرنے کے معنیٰ ، نہ ہونے کے نہیں ہیں۔

اس صورت میں اصولاً مادّہ خواہ وہ کسی طرح کا ہو چند اجزا کا مرکب ہے اور ہم ہرگز کوئی ایسا مادہ نہیں دریافت کر سکتے جو مرکب نہ ہو۔

یہ صحیح ہے کہ طبیعاتی تجزیے کے دو محاذوں پر توقف ناگزیر ہے :

(١) ——— انسانی عقل کی توانائی اور طاقت کا محاذ کہ عقل ایک خاص حد تک مادہ کو ترکیب دینے والے اجزا کی تشخیص اور ان کا تجزیہ کر سکتی ہے اور ابھی تک وہ اس آخری حد تک نہیں پہنچ سکی ہے۔

(٢) ——— خود مادّہ کی تجزیے کو قبول کرنے کی صلاحیت کا محاذ۔ کیونکہ مادہ طبیعاتی تجزیے کے آخری مرحلے میں ایک مرحلے میں پہنچ جاتا ہے کہ اجزائے مادّہ کا ایک دوسرے سے جدا کرنا خود مادہ کو نیست و نابود ہونے کے مساوی قرار پاتا ہے۔

مادّہ منفی ترکیب = مادّہ منفی مادہ

مندرجہ ذیل اصول عقل کی رو سے بالکل واضح ہے :

مادّہ ترکیب کے بغیر نہ اپنا خارجی وجود رکھتا ہے اور نہ عقلی و ذہنی وجود۔ اس لیے کہ مادی ہونا ، محدود ہونا ، لازماً لمبائی

اور چوڑائی کے اعتبار سے ہے خواہ ہمارے کند اور ناقص حواس اس کا ادراک نہ کر سکیں۔

مادی موجود جو محدود بھی ہے اسے قدرتاً محدود اجزا سے مرکب ہونا چاہیے نہ کہ لامحدود اجزا سے۔

ایسا کیوں ضروری ہے ؟

اس لیے کہ یہ اجزا باہم پیوست ہوئے بغیر ہرگز محدود نہیں ہو سکتے۔

دنیا میں مادہ کی تجزیہ پذیری کی ایک انتہائی حد کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ مادہ بے انتہا قدرت کے سائے میں ایک خاص حد تک قابل تجزیہ ہے، اور اپنی تجزیہ پذیری کی آخری رمق میں اس کا تجزیہ صفر کے مساوی حد تک پہنچ جائے گا۔

چنانچہ :

مادہ منفی زمانہ اور حرکت سے مراد دوسرے الفاظ میں مادّہ منفی مادّہ ہے۔ کیونکہ زمانہ اور حرکت مادہ کے ہم زاد بھائیوں میں سے ہیں۔

اسی طرح اجزا کی ترکیب اور کم از کم دو جز کی یہ ترکیب عمومی طور پر، دوسرے الفاظ میں مادّہ کی حقیقت ہے۔ مادہ منفی ترکیب یعنی مادہ منفی مادّہ۔

۲ دوبُعدی مادہ

مادہ کی تجزیہ پذیری کی آخری سرحد دوبُعدی مادہ ہے۔

خواہ یہ دُو ہندسی بُعد ہوں (طول اور عرض، بغیر گہرائی کے) خواہ دُو بُعد طبیعاتی ہوں یعنی دو جز ہوں اور مادہ کی تجزیہ پذیری کی یہ آخری سرحد ہمارے لیے قابلِ فہم نہیں ہے لیکن ہمارے لیے اسے قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یا پھر دُو بُعد قابلِ فہم نہ ہوگا یا وہ علمی اصول کے خلاف ہوگا۔

اچھی طرح سمجھنے کی خاطر میں " سہ بُعد" کہتا ہوں۔

سہ بُعد ہندسی ـــ یا ـــ سہ بُعد خارجی۔

اس حالت کو ہم مادہ کی تجزیہ پذیری کی آخری سرحد تصور کرتے ہیں۔

اس مرحلے میں خالق کی لامحدود قدرت ہی اس مادہ کا تجزیہ کرسکتی ہے لیکن اس تجزیے کے نتیجے میں یہ مادہ خود فنا ہوجائے گا۔

اس لیے یہ اجزا باہم پیوستگی کے بغیر ہرگز کوئی وجود نہیں رکھ سکتے۔

جیسا کہ مادہ کی پیدائش انہی اجزا کی حالتِ پیوستگی میں پہلی پیدائش کا نام ہے۔

مادہ کا فنا کرنا بھی مادہ کے تجزیے ہی کے ذریعے ہوگا۔ کیونکہ تجزیے کے بعد وہ کوئی وجود نہیں رکھتا۔ نہ یہ کہ اجزا ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں۔ اس لیے اس جگہ ہمارے مفروضے کا تعلق مادہ کی تجزیہ پذیری کی آخری سرحد سے ہے۔

اب ہم ان دو اجزا یا مادہ کے وجود کی آخری سرحد کو ترکیب دینے والے تین اجزا پر غور کرتے ہیں۔ اور یہ ترکیب کہ مادہ کی حیاتیاتی ترکیب ہے۔ مادہ اس کے بغیر منفی مادہ اور منفی

وجود ہے۔

اس مقام پر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ :

کیا ان اجزا میں سے کوئی ایک جز تمام دوسرے اجزا کی نسبت، خود ازلیت اور بے نیازی کا حامل ہے یا تمام اجزا ایک دوسرے کے محتاج ہونے میں مساوی ہیں۔

بخوبی واضح ہے کہ ان اجزا میں سے ایک ایک جز مرکب بننے سے پہلے کوئی چیز نہ تھا۔ جب مرکب نہیں ہے تو مادہ بھی نہیں ہے۔

یہ اجزا الگ الگ کوئی چیز نہیں ہیں، مادی مرکب نہیں ہیں، اور صرف یہ ترکیب کا عمل ہی ہے جو اجزا کی موجودیت کے دوش بدوش، حقیقتِ مادی کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ بات نہیں ہے کہ ان کا مرکب ہونا، ان کی مادی موجودیت کے بعد ہو، ایسی اجزا میں سے ہر ایک جز اپنی مادی موجودیت کے لیے ذاتی طور پر دوسرے اجزا کا محتاج ہے اور خود دوسرے اجزا کا بھی یہی حال ہے۔

اب کہ ان اجزا میں سے ایک ایک جز کی حقیقت، بجز فقر و نیازمندی کے اور کچھ نہیں ہے اور فقرا کے اس مجموعے سے ایک بھی بے نیاز ظاہر نہیں ہوتا ہے تو مجبوراً فقیروں کا یہ مجموعہ اضطرارِ ترکیب کے حکم کے تحت مادہ سے ماورا کسی طاقت کا نیازمند ہوگا۔

مادہ کی موجودیت کی آخری سرحد کے اجزا میں نیازمندی کا پایا جانا ایک مسلّم امر ہے۔

اور یہ کہ ان اجزا میں سے کوئی بھی دوسرے اجزا کے

مقابل ایسی موجودیت کا حامل نہیں ہے جو مستقل ہو اور کسی مرکب کا جز بننے سے بے نیاز ہو۔

اس اصول کی بنا پر مادہ کی ترکیب سے مراد مادہ کی محتاجی اور نیاز مندی ہے۔

کس کی محتاجی ــــــــــ؟

کیا خود کی محتاجی ــــــــــ!

یہ بات عقل میں آنے والی نہیں ہے کہ جو سرتاپا خود نیاز ہے وہ اپنے وسیلے سے یا اپنی جیسی کسی دوسری ذات کے ذریعے اپنی حاجت مندی و نیاز مندی کو دور کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ اجزا اور ان کے مرکب سے ماورار کوئی موجود حقیقی ہے جو حاجت روا ہے۔ اسی نے اجزا پیدا کیے، اور انھیں ترکیب دے کر ایک مرکب بنایا۔

اور یہ مادہ ہے جس کے دامن میں ناداری کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور خود اس کا نمود اور اس کا وجود اور اس کی ترکیب بے نیاز مطلق کے حقیقی وجود کی روشن دلیل ہے جو مادہ کی دیوار کے پیچھے موجود ہے۔

مادہ کی دیوار کے پیچھے کیا ہے اس سے قطع نظر، جس قدر ہم جستجو کرتے ہیں سوائے نیست و نابودی اور حاجت و نیاز کے ہمیں کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

اب کہ عالم مادہ کو ہم دیکھتے ہیں تو خود دنیا کا وجود سراسر نیاز نظر آتا ہے یہ خود خالق بے نیاز کے وجود کی سب سے

بڑی دلیل ہے۔

اس موقع پر مندرجہ ذیل آیت ہماری رہنمائی کرتی ہے:

"وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا
زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ
فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ
مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ "

"ہم نے ہر چیز کا جوڑا۔ مرکب۔ پیدا کیا شاید تم باخبر ہو جاؤ۔ کہ دنیا اجزا کی ترکیب اور حاجت و نیاز کے سوا اور کچھ نہیں ہے"

زوجین کے لفظ میں مادہ کی حالت کا مفہوم شامل ہے۔

مادّہ کی موجودیت کی آخری سرحد کہ اس کا تجزیہ نابود ہونے کے مساوی ہے۔

یعنی:

مادہ منفی ترکیب = مادہ منفی مادہ = صفر

خود ترکیب پانے والے مادّہ کی حاجت مندی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصولاً مادّہ اور ہر موجود مادی اپنی ذات میں صفر ہے۔ اس کے وجود سے پہلے کی حالت اور اس کے وجود میں آنے کے بعد کی حالت کے صفر ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف یہاں ہے

کہ وجود میں آنے کے بعد وہ خالق توانا کی قدرت کے سائے میں ہے
وہی اسے وجود میں لایا ہے اور وہی اس کا محافظ ہے۔

یہ موجود درحقیقت صفر ہے ——— یعنی ———
بظاہر عدد نظر آنے والا صفر۔

وہ اپنی ذات میں صفر ہے اور نیاز مطلق ہے۔ لیکن خالق کائنات کی قدرت سے یہ صفر ایسا نظر آتا ہے جیسے اعداد کے زمرے میں ہے۔ یہ عدد ہے لیکن اپنی ذات سے باہر کسی وسیلے سے ——— !

علم کی نظر میں یہ صفر ہے۔
اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد :

"فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ"

اب کہ اس عالم نیاز اور عالم ترکیب میں کوئی ایسا وجود نہیں ہے جو بے نیاز ہو اور اپنی ذات میں مستقل ہو۔

عقل یہ کہتی ہے کہ خالق بے نیاز کی بارگاہ میں اور حاجتوں کو پورا کرنے والے کے حضور اپنی گدائی کا ہاتھ دراز کرنا چاہیے۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے وہی ہے جس نے مادہ کو پیدا کیا اور وہی ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر ایک آن کے لیے بھی وہ زندگی کے نور کو ہم سے روک لے اور اپنی حفاظت ہم پر سے ہٹا لے تو ہم اپنے آغاز کی طرح عدم محض ہو جائیں گے۔ جیسے ہم

پہلے تھے ویسے ہی صفر ہو جائیں گے۔ اب کہ ہم زندہ ہیں اور موجود ہیں، اپنی ذات میں صفر ہیں اور اس کی عنایت سے گویا اعداد میں سے ایک عدد ہیں۔

فَفِرُّوٓا اِلَی اللّٰہِ ......

اس بنیاد پر ہمیں اس دنیا سے جو سراسر نیاز ہے اپنا ہاتھ کھینچ لینا چاہیئے اور ہرگز اس پر تکیہ نہیں کرنا چاہیے۔

اور دل کا تعلق اس جگہ سے پیدا کریں اور اس ذاتِ اقدس کی طرف اپنا رخ کریں جو ترکیب، حاجت مندی اور آغاز نہیں رکھتا۔

واللہ خالق کل شیٔ

اور وہ تمام چیزوں کا خالق ہے۔

صاحبانِ محترم!

عالم مادّہ اپنی اس نیاز مندی کے ساتھ کہ جس نے اس کے سارے وجود کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور ان زمانوں، حرکات، تغیرات اور ترکیبات کے ساتھ جو وہ رکھتا ہے ایک ہی آواز بلند کرتا ہے اور وہ نیاز مندی کی آواز ہے۔

ایک ہی چیز ہے جو اس کے وجود کے تمام اجزا سے بلند ہوتی ہے اور عقل و وجدان تک پہنچتی ہے اور وہ حاجت مندی اور نیاز مندی کا کلمہ ہے۔

اپنی اس حالت کے باوجود کیا عالم مادّہ ازلی ہو سکتا ہے؟

اگر اسے ازلی مان لیا گیا تو ازلیت و حدوث، بے آغازی اور آغاز، بے نیازی اور نیاز کے معنیٰ ایک ہی ماننے پڑیں گے۔

(عام حاضرین کی طرف سے تصدیق)

وعدہ کے مطابق ہم نے دو قدم طے کر لیے اب ایک قدم اور چلنا باقی ہے۔

(۱) ——— دنیا میں ایک ازلیت موجود ہے اور

(۲) ——— یہ ازلیت مادہ سے ماوراء ہے۔

ڈاکٹر منصور: خدا پرستوں کے عقیدے کے مطابق ان کا خدا تمام کمالات، علم اور قدرت کا حامل ہے اور بے نہایت ہے۔ اس دعوے کے اثبات کے لیے اب تک آپ کے دلائل کافی نہیں ہیں۔

جیسا کہ ماوراء مادہ کے منکرین، اولین مادہ کو عقل، علم ادراک اور اختیار سے عاری سمجھتے ہیں۔ اگر ہم ماوراء طبیعت خدا کو بھی ایسا ہی سمجھیں تو کیا ہو جائے گا؟

الٰھی: اَلَا یعلم من خلق —؟

وھو اللطیف الخبیر

"کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا؟ اور وہ تو بہت باریک بیں اور باخبر ہے۔"

اور یہ باخبری اس کی مخلوق میں بہت نمایاں ہے۔ آخر عقل یہ کیسے مان سکتی ہے۔

خالق تو نادان ہو اور اس کی مخلوق میں سے
ایک گروہ دانش مند ہو؟

اس صورت میں یہ دانشمند ایک چھوٹی سے چھوٹی زندہ چیز پیدا کرنے سے کیوں عاجز ہیں؟ حتیٰ کہ وہ اس عالم خلق پر نافذ ان سارے قوانین کے فہم و ادراک سے بھی قاصر ہیں۔

یہ کیسی دانائی ہے کہ لاکھوں دانش مند ایک نادان ہستی کے مقابل پست تر اور ناتواں تر ثابت ہو رہے ہیں؟

افمن یخلق کمن لایخلق

کیا وہ جس نے پیدا کیا اس کی طرح ہے جو کچھ
نہیں پیدا کرتا؟

کیا دونوں نادانی اور ناتوانی میں مساوی ہیں ——؟

آپ کے سوال کے جواب میں جو آیاتِ قرآنی پیش کی گئیں وہ عقل مندوں کو بیدار کرنے اور وجدان کو جگانے کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ ان سے بات پوری طرح روشن ہو گئی۔

یہ بیکراں کائنات، اسرار اور منظم سائنسی قوانین سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے لیے بہت زیادہ علم اور باریک بینی درکار ہے۔ تو پھر کس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عظیم کارخانہ جہل اور بدنظمی کی پیداوار ہے۔

انسان جو اس قدر علم و ہنر کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس نے لاکھوں سالوں کے اس عرصے میں اسرارِ کائنات پر سے پردہ اٹھانے کی بہت کوششیں کی ہیں لیکن وہ ابھی تک حقیقت مادّہ کی فولادی دیوار سے حیران ہو کر اپنا سر ٹکراتا رہا ہے۔

حال ہی میں اس نے ایٹمی قلعوں میں سے چند ایک کو فتح کیا ہے اور اس قابل ہوا ہے کہ بعض عناصر کو بعض دوسرے عناصر سے تبدیل کرے۔

علم کے مشعل برداروں اور محققین کے اعتراف کے مطابق انسان ان لاکھوں قوانین فطرت میں سے جو اس دنیا پر نافذ ہیں ایک قانون کو جاننے میں کامیاب ہوا ہے۔ (جذب و کشش کا عام قانون)[1]

اب کائنات میں سفر اور خلا کی تسخیر کا دور ہے لیکن انسان اپنی طاقت اور علم کے ذریعے ایک چھوٹے سے چھوٹا ذرہ بھی وجود میں نہیں لا سکا۔ وجود میں لانا تو ایک طرف رہا ابھی وہ مادہ کی حقیقت کو جیسی کہ وہ ہے معلوم نہیں کر سکا۔ اور دوسرے بہت سے فطرت کے اسرار ہیں جن کے مفہوم کا سرا ابھی اس کے ہاتھ نہیں آسکا۔ کجا کہ وہ ان کی حقیقت اور واقعیت سے آگاہ ہو سکے۔

---

[1] نیوٹن کہتا ہے: انسان کا علم اس کے جہل کے مقابل بہت ناچیز ہے۔ اس نے اپنی تمام کوششوں کے باوجود فطرت کے لاکھوں قوانین میں سے صرف ایک قانون "قانون کشش" کو دریافت کیا ہے۔ اس کا سارا علم بس یہی قانون ہے۔

کیا انسان دانا، طاقتور اور تجربہ کار ہے؟
اور
اس کا خالق اور لاکھوں اسرار رکھنے والی اس بیکراں دنیا کا خالق نادان، ناتوان اور بے خبر ہے؟!

کس طرح ایک نادان کے ہاتھوں یہ ساری پراسرار اور حیرت انگیز عجائبات وجود میں آسکتی ہیں کہ دانش مند اس کے لاکھوں بھیدوں میں سے ایک بھید کا ادراک حاصل کرنے سے عاجز ہیں۔

اگر اس کارخانۂ تخلیق کا نظام اور ان سائنسی قوانین کا ربط جو عالم مادہ پر نافذ ہیں علم و حکمت کا مظہر نہیں بن سکتے تو پھر کون سی چیز ان کی علامت اور نشان بن سکتی ہے؟

"وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ"

ہر وہ شخص جو دنیا کی گوناگوں اشیاء کے مخلوق ہونے پر یقین رکھتا ہو اگر آپ اس سے ان اشیاء کے خالق کے بارے میں سوال کریں گے تو وہ بلاتامل جواب دے گا کہ ان سب کو ایک قدرت رکھنے والے علیم اور دانا و طاقتور ہستی نے پیدا کیا ہے۔

خالق خواہ وہ مادہ سے ماوراء کوئی ہستی ہو خواہ مادہ پرستوں کے خیال خام کے مطابق وہ ازلین مادہ ہو، اس کے لیے علم، قدرت، حکمت اور تجربہ ناگزیر ہے۔

اگر ہم زنجیروں سے بندھے ہوئے دیوانوں سے بھی یہ بات کہیں کہ:

"فلاں عظیم الشان محل کو ایک انتہائی نادان اور کمزور انسان نے بنایا ہے"

یا یہ کہیں کہ:

"ایک حادثے کے طور پر پتھر، لکڑی اور لوہا، جمع ہو گیا اور ان کے اچانک ملنے سے یہ عظیم الشان محل وجود میں آگیا۔"

تو دیوانے تک انتہائی حیرت کے عالم میں اپنی زنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ ذرا سوچو! عقل مندوں اور دانش وروں کا ردِ عمل کیا ہو گا ــــــــــ؟!

اگر نادانی اور ناتوانی کے ہاتھوں دانش اور توانائی کے یہ سارے آثار وجود میں آسکتے ہیں کہ جن کے ادراک سے دانشمند عاجز ہیں تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ

انسان علم و دانش کے حصول کی کوشش کرنے کی بجائے کاہلی اور نادانی کو اپنا طریقہ بنا لے تاکہ وہ بھی "خالق و پروردگار" کے مانند ان تمام حیرت انگیز تخلیقات کا سرچشمہ بن جائے۔

کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ یونیورسٹیوں میں اساتذہ کی کرسیوں

کے لیے جاہل عملہ مقرر کیا جائے اور فلک شگاف عمارتوں کے نقشوں اور تعمیر کے لیے بیوقوف اور ناداں لوگوں کی خدمات حاصل کی جائیں اور بلند پہاڑوں میں سرنگیں بنانے کے لیے طاقت ور ڈائنامیٹ کی بجائے ہتھوڑوں سے کام لیا جائے۔

جب مادہ پرستوں کے خیال کے مطابق خالق کے لیے علم و حکمت ضروری نہیں تو انسان کو بھی اپنے کام میں ترقی کے لیے جاہل فطرت کے قدم بقدم آگے بڑھنا چاہیے۔ اور اپنی قوت کو علم کے بڑھانے میں صرف کرنے کی بجائے، اپنے جہل میں اضافے کے لیے خرچ کرنا چاہیے۔

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے

یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کہا جائے کہ:

"یہ عمارت جو خوبصورت منزلوں اور آراستہ دالانوں پر مشتمل ہے اور جس کی تعمیر اور سجاوٹ کے لیے تمام جدید وسائل کو کام میں لایا گیا ہے ایسی معلوم ہوتی ہے کہ اسے ایک ایسے شخص نے تعمیر کیا ہے جو نہ ماہر انجینیئر ہے اور نہ تجربہ کار معمار بلکہ بد ذوق اور کج فہم ہے۔"

"اس کے برعکس وہ کچا مکان جس کی دیواریں چھوٹی بڑی محراب ٹیڑھے اور جس کا فرش اونچا نیچا ہے ایک بڑے ماہر اور باسلیقہ انجینیئر نے اسے تعمیر کیا ہے۔

ڈاکٹر منصور: ہم دنیا کی خوبصورتی اور اس کے باقاعدہ نظام کی ذمہ داری ماورار مادہ طاقت کی بے لبسی اور اس کے جہل پر نہیں ڈالتے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب اس ازلی طاقت نے دنیا کو پیدا کیا تو اس نے اتفاقاً اور حادثے کے طور پر ایک موزوں اور خوبصورت دنیا پیدا کر دی اور اسے سائنسی حرکات و قوانین سے لیس کر دیا۔

الہی: آپ مادہ سے ماورار طاقت کے ساتھ جہل کو منسوب کریں یا کائنات کی پیدائش کو حادثے اور اتفاق کا نتیجہ قرار دیں آپ کی یہ بات عقل کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی۔

کیا حادثہ کوئی سائنسی و علمی کام انجام دیتا ہے؟

کیا وہ ایسا علم دیتا ہے جو کسی طرح بھی جہل سے آلودہ نہ ہو ——— ؟

بنیادی طور پر حادثہ یا اتفاق کیا چیز ہے؟

کیا اس کا مطلب موافق آنے یا مناسب ہونے کے ہیں؟

کیا یہ ممکن ہے کہ محض اتفاق کے نتیجے میں دو چیزوں یا کئی چیزوں کے درمیان بغیر کسی سبب کے تناسب پیدا ہو جائے؟

یہ بات اس طرح واضح ہوگی:

ایسی مخلوقات جن کے اسباب سے ہم واقف ہیں اور جن کے اسباب سے ہم واقف نہیں ہیں۔ کیا دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے ——— ؟

ان دوسری قسم کی چیزوں کو حادثے اور اتفاق کی بنا پر پیدا

کیا جاتا ہے تو اس کا واحد سبب ان کی علت اور ان کے سبب کو نہ پہچاننا ہے نہ یہ کہ کسی سبب کا سرے سے موجود نہ ہونا۔

وہ عقلی اور علمی قانون کہ جس کی بنیاد پر خود محترم صاحبان نے بحث کا آغاز کیا یہ ہے کہ:

"کوئی پیدا ہونے والی چیز، پیدا کرنے والے کے بغیر نہیں ہوتی۔"

اس قانون میں کوئی استثنا نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی اٹل قانون ہے جیسے: ۲ × ۲ = ۴ کا قاعدہ ہے۔ یہ قاعدہ ہر زمانے اور ہر جگہ بلا استثنیٰ جاری رہا ہے۔

لوگوں کی عقل اس بات سے ناواقف ہے کہ جب حوادث کے اسباب مبہم ہوتے ہیں تو ان پر استثنیٰ کا حکم لگایا جاتا ہے نہ کہ حوادث کی معلولیت کا قانون لاگو کیا جائے۔

بعض واقعات اتفاق کی وجہ سے پیش آتے ہیں یا پھر اپنے مربوط اسباب کی بنا پر

(۱)

چند نشانہ باز پہلے سے شرط باندھ کر ایک خاص فاصلہ پر واقع مقررہ نقطے کو اپنا ہدف بناتے ہیں۔

اتفاقاً پہلا ہی آدمی پہلی نشانہ بازی میں ٹھیک ہدف پر گولی مارنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن دوسروں کا نشانہ خطا

ہو جاتا ہے ۔ اس موقع پر عامیانہ زبان میں کہا جاتا ہے :

" یہ تو چانس تھا ——— ! "

اب عقل کی تجربہ گاہ میں ہم اس واقعہ کے جسم کا تجزیہ کرتے ہیں :

کیا گولی کا نشانے پر پہنچنا بغیر سبب کے تھا ؟

ہرگز نہیں ——— !

اس لیے کہ ہدف کے نقطے اور اس جگہ کے درمیان جہاں نشانہ باز کھڑے تھے یقیناً ایک ایسا نقطہ تھا جو خطِ مستقیم کے ذریعے ہدف سے ملتا ہے ۔ جبکہ دوسرے تمام نقاط نہیں ملتے ۔

نشانہ لینے والا شعوری طور پہ یا غیر شعوری طور پر اگر اسی صحیح معیّنہ نقطے سے گولی چلاتا ہے تو وہ یقیناً ہدف پر پہنچتا ہے ۔ نشانہ باز کا اس نقطے سے آگاہ ہونا یا نہ ہونا سبب کی ماہیت میں تبدیلی نہیں پیدا کرتا ۔

اگر نشانہ باندھنا صد فی صد آگاہی کی بنا پہ ہو تو نتیجہ بھی صد فی صد صحیح نکلتا ہے ۔ نشانہ باندھنے میں جس قدر نقص ہوگا نتیجہ اسی قدر غلط ہوگا ۔

اور اگر اصولاً نشانہ نہ باندھا جائے (مثلاً تاریکی میں گولی چلائی جائے) اس صورت میں بھی بعض اوقات گولی نشانے پہ جا لگتی ہے اور بعض مواقع پر اس کا نشانے پر لگنا ممکن نہیں ہوتا ۔ چھاپے کے حروف کی طرح ۔ جس کا ہم آئندہ ذکر کریں گے ۔

(۲)

قسمت آزمائی کے ٹکٹ جو آج کل بعض لوگ جوئے کے
طور پر فروخت کرتے ہیں۔
ایک شخص کچھ پیسے دے کر ایک ٹکٹ اٹھالیتا ہے۔
یہاں نشانہ بازی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ آخر میں جب قرعہ نکالا جاتا
ہے تو اس شخص کو ایک ہزار روپے کا انعام مل جاتا ہے۔ اس موقع
پر بھی کہا جاتا ہے کہ:
"بس چانس تھا۔"
عقل اس بارے میں بھی واقعہ کی علت کا پتہ دیتی ہے۔
کسی شخص کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ قرعہ اندازی کا نتیجہ کیا نکلے گا۔
لیکن نمبروں کو گھمانے والی مشین ایک خاص نمبر پہ رکتی ہے۔ اور
وہی نمبر کسی نہ کسی ٹکٹ پر درج ہوتا ہے۔ اور یہ بات طے ہوتی ہے
کہ جو شخص بھی اس نمبر کا ٹکٹ اپنے پاس رکھے گا اسے ایک ہزار
روپے مل جائیں گے۔
کوئی ایک شخص غیر شعوری طور پر اس خاص ٹکٹ کو اٹھالیتا
ہے۔ اگرچیکہ وہ نہیں جانتا لیکن یہ وہی خاص نمبر والا ٹکٹ ہوتا ہے
جس پر مشین گھومنے کے بعد جا کر رکتی ہے۔
اس اصول کی بنیاد پر انعام حاصل کرلینا ایک حادثہ ہے کہ
جو اپنے طے کردہ حقیقی سبب کی بنا پر رونما ہوتا ہے۔ اگرچیکہ
انعام حاصل کرنے والا اس حقیقی سبب سے واقف نہیں ہوتا۔
اسی سبب سے ناواقفیت کی بنا پہ ہر شخص اس خاص نمبر

والے ٹکٹ کے پیچھے نہیں دوڑتا ۔ کیونکہ وہ اس خاص نمبر سے ناواقف ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص قرعہ اندازی کے نتیجے سے پہلے ہی آگاہ ہوجائے تو پھر وہ اسی خاص نمبر کو اٹھانے کی کوشش کرے گا جسے انعام جیتنے والا نمبر پہلے سے قرار دے دیا گیا ہے۔

اس بنا پر حوادث کے اسباب وعلل سے جس قدر آگاہی زیادہ ہوگی اس کا نتیجہ بھی زیادہ قابل فہم ہی ہوگا۔

یہ اتفاق نہیں ہے جو کسی واقعہ کو رونما کرتا ہے بلکہ وہی حقیقی علت ہوتی ہے جو اس واقعہ کے رونما ہونے کا سبب بنتی ہے۔

ان دو مثالوں سے ہم نے سب سے پہلے یہ بات سمجھ لی کہ کوئی واقعہ، واقعہ کے رونما کرنے والے کے بغیر پیش نہیں آتا۔ اس لیے حوادث کو رونما کرنے والی علتیں جس قدر ہم پر زیادہ روشن ہوں گی اسی قدر نتیجہ پر پہنچنا زیادہ ممکن ہوگا۔ کمی کی صورت میں نتیجہ کمتر ہوگا۔

اور یہ بات ہرگز قبول نہیں کی جا سکتی کہ علت سے ناواقفیت معلول تک پہنچنے کا ایک کامل تر ذریعہ ہے۔

(۳)

کسی چھاپے خانے میں حروف کا چننے والا کتاب کے ایک صفحہ کے حروف کو بڑی احتیاط سے چنتا ہے لیکن جب وہ نظر ثانی کرتا ہے تو اسے اتفاقاً کچھ غلطیاں نظر آجاتی ہیں۔ ظاہر ہے یہ غلطیاں اس کی غفلت ہی کا نتیجہ ہیں۔

کیا یہ بات ممکن ہے کہ یہ حروف چننے والا، حروف چننے

کی بجائے مختلف قسم کے حروف مٹھی میں اٹھا کر جست کی پلیٹ پر رکھ دے تو کیا اس صورت میں بھی کتاب کا وہی صفحہ بغیر کسی غلطی کے تیار ہو جائے گا؟

(۴)

اس سے زیادہ مضحکہ خیز، کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پچاس کیلو پگھلائے ہوئے جست کو ایک نالی کے ذریعے دباؤ کے ساتھ بہایا گیا اور وہ جست اس دباؤ کے تحت ایک طوفانی اثر کے ساتھ دھات کی ایک ہزار پلیٹوں پر اس طرح پھیل گیا کہ ہزار صفحات کی کتاب تیار ہو گئی جو بڑی عمدہ عبارات اور پر مغز مضامین اور باریک علمی نکات پر مشتمل تھی اور وہ بغیر کسی غلطی اور نقص کے تیار ہو گئی۔

☆

کیا ہزاروں دیوانوں میں سے کوئی ایک بھی اس بات کو درست سمجھ کر اس کی تائید کر سکتا ہے؟

اب ہم مادہ پرستوں کے کوچے میں چلتے ہیں کہ وہ تخلیقِ کائنات اور اس کے گوناگوں مظاہر کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

کیا وہ بے شعور، بے عقل وعلم اور بے مقصد مادّہ کو ان تمام حیرت انگیز تخلیقات کا موثر عامل سمجھتے ہیں؟

کیا کتابِ کائنات کے حروف یعنی "ایٹم اور ایٹموں کو تشکیل دینے والے اجزا" چھاپے خانے کے حروف سے بھی کمتر ہیں ——— ؟

کیا اصولاً یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان حروف کو پیدا کرنے والی طاقت اور وہ طاقت جس نے ان حروف کو باہم جوڑا ہے اور قسم قسم کی مخلوق پیدا کی ہے عقل، علم اور حکمت سے محروم ہو گی؟ اگر پاگل دیوانہ بھی اس بات کو سنے گا تو وہ حیرت سے اپنی زنجیروں کو توڑ دے گا۔

"افی اللہ شك فاطر السمٰوٰت والارض"

کیا یہ بات قبول کی جا سکتی ہے کہ عقل و علم اور لاکھوں سائنسی قوانین کو پیدا کرنے والا کہ ان قوانین میں سے صرف ایک قانون (جذب و کشش کا قانون) آج کے سارے انسانی علم و دانش کا سرچشمہ ہے۔

کیا ایسا خالق خود جاہل، بے حکمت اور بے مقصد ہو سکتا ہے ——— ؟

الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ——— ؟

کیا جس نے پیدا کیا ہے وہ نہیں جانتا اور وہ تو باریک بیں اور خبیر ہے۔

کیا خالق کائنات علم سے محروم ہے۔ حالانکہ تخلیق کے لیے نہایت باریک بینی اور آگاہی ضروری ہے۔

کتاب کائنات کے حروف اور اس کے نظام کے بارے میں جس قدر انسانی علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی حیرت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ وہ جس قدر ایٹمی اور برقیاتی قلعوں کو فتح کرتے ہوئے پیش قدمی کرتا ہے، تخلیق کے حیرت انگیز اسرار و رموز کو اسی قدر محسوس کرتا جاتا ہے۔

کیا کتابِ کائنات کے ان منظم اور پُر معنیٰ حروف کو جہل اور بے مقصدیت نے تخلیق کیا ہے !؟!

اگر یہ سچ ہے،

تو پھر بہتر ہے کہ انسان اپنے خالق بزرگ کے قدم بقدم چلنے کے لیے حصول علم کی کاوش کرنے کی بجائے اپنے جہل میں اضافے کی کوشش کرے اور یونیورسٹی میں قابل اساتذہ سے استفادہ کرنے کی بجائے مادر زاد اندھوں سے تعلیم حاصل کرے اور عظیم الشان عمارتوں کی تعمیر کے لیے نادان اور ناتجربہ کار عملے کی خدمات حاصل کرے،

نہیں ——

بلکہ بے وقت طوفانوں سے مدد لے۔ مگر یہ کہ اس کا مقصد جہل کے ذریعے علم کے بالاترین مراتب طے کرنا اور بے شعوری کی مدد سے عقل و شعور کی دنیا میں قدم رکھنا ہو۔

مادّہ سے ماورا طاقت، خالقِ بزرگ،

علم و حکمت اور قدرت کا مرکز ہے، اور

بے نہایت کمالات کا مالک ہے اور عظیم

کائنات کا نظام اس کی نشانی ہے۔

الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر ــــــــ؟

انجینئیر رشید: آپ کی اس بہت ہی سود مند رہنمائی کا شکریہ! عالی جناب!

اب صرف ایک سوال باقی رہ گیا ہے جس کی پہلے بھی یاد دہانی کی گئی تھی:

جب کسی محل کی تعمیر مکمل ہو جاتی ہے تو پھر اس کے بنانے والے کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ وہ مر جائے یا زندہ رہے محل کے لیے یکساں ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ دنیا کا خالق ایسا ہو کہ اس دنیا کو پیدا کرنے اور حرکت میں لانے کے بعد، دنیا اس کی محتاج نہ ہو خواہ وہ رہے یا نہ رہے۔ وہ کچھ چاہے یا نہ چاہے۔ دنیا اسی طرح پائیدار رہے۔

الٰـهی: آفرینش، پیدا کرنے کا لفظ، غیرِ خدا کے بارے میں بطور مجاز استعمال ہوتا ہے۔ بہت طاقتور اور بہت ہی دانشمند انسان اگر کوئی کام کرتا ہے تو وہ صرف بعض مخلوقات کی شکل تبدیل کرتا ہے۔ نہ یہ کہ انھیں پیدا کرتا ہے۔

وہ انتہائی حقیر اور معمولی چیز کے پیدا کرنے سے بھی عاجز ہے۔

آپ کی دی ہوئی مثال اور اس سلسلے کی تمام مثالیں صرف چہرہ تبدیل کرنے کے بارے میں ہیں۔

تخلیق کے معنی یہ ہیں کہ نہ پہلے سے مادّہ موجود ہو اور نہ اس کی صورت ، اس کے باوجود اسے پیدا کیا جائے۔

ایسی مخلوق اپنے خالق سے ایک لمحے کے لیے بھی الگ نہیں ہوسکتی۔ اس بنیاد پہ آفرینش کا لفظ کسی غیر خالق کے لیے اپنے حقیقی معنی نہیں دیتا۔ کوئی طاقت بجز خالق حقیقی کے نہ مادّی چیزوں کو پیدا کرسکتی ہے اور نہ غیر مادّی چیزوں کو۔

اس مادی دنیا میں انسانی طاقت جو کچھ کرتی ہے وہ مادّہ اور مادی اشیاء کی صورتوں کو تبدیل کرنا اور انھیں حرکت میں لانا ہے نہ کہ خود مادّہ کو پیدا کرنا۔

مثلاً :

عمارت اور معمار کی مشہور مثال میں معمار کا کام تعمیری سامان کو ایک خاص ترتیب سے جوڑنا ہوتا ہے۔ کیا مادی اشیاء کو ایک خاص شکل میں ڈھالنے کے سوا اس کا کوئی اور کام ہے؟

کیا اس نے اپنے وسیع تعمیری کام کے لیے ایک چھوٹے سے چھوٹے ذرّہ کو تخلیق کیا ہے ؟ اسے نیستی سے ہستی میں لایا ہے ــــــــــ ؟

ہم ذرا اپنے ایک منزلہ مکان ہی پر غور کرتے ہیں اس کی کون سی چیز اپنے خالق کے ساتھ تعلق کے بغیر اپنی جگہ پر قائم ہے؟

معمار نے مختلف تعمیری اشیاء کو حرکت دینے کا کام ہی تو

انجام دیا ہے۔ اس کے سوا اُس نے اور کیا کیا ہے ؟

ہر شخص جانتا ہے کہ جب تعمیری کام اور معمار کے درمیان دوری پیدا ہوتی ہے تو تعمیر کا کام رک جاتا ہے۔ معمار جب دوبارہ کام شروع کرتا ہے اور اسے جاری رکھتا ہے تو عمارت مکمل ہو جاتی ہے۔ عمارت کے مکمل ہونے کے بعد ہمیں وہ تعمیری سرگرمیاں نظر نہیں آتیں جو پہلے جاری تھیں لیکن تعمیری مواد نے مکان کی جو صورت اختیار کی ہے وہ اسے ایک نقشے کے تحت جمع کرنے اور ترتیب دینے کا نتیجہ ہے۔

یہ مکان صرف معمار کی خواہش کی بنا پر وجود میں نہیں آیا۔ وہ چاہے یا نہ چاہے۔ جب تعمیری سامان کو جمع کرکے ایک خاص صورت میں ترتیب دیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ تیار مکان کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

جب اس مکان میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہوگا تو یہی تعمیری مواد ایک دوسری شکل اختیار کرے گا۔

اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں دو تخلیقات ہیں اور ان کے دو خالق۔

(۱) ——— وہ کام جو معمار کے ہاتھوں انجام پائے۔ عمارت کے مکمل ہونے کے بعد معمار کی ساری سرگرمیاں بھی ختم ہو گئیں۔

(۲) ——— دوسری تخلیق مکان کی خاص شکل ہے جو اپنے خالق یعنی معمار کے آغوش میں اپنی خاص

ترتیب اور صورت کے ساتھ موجود اور باقی
ہے۔ جب کبھی معمار اس عمارت کو توڑنے
پھوڑنے کا ارادہ کرے گا تو یہ مکان ایک
ڈھیر میں تبدیل ہو کر دوسری صورت اختیار
کرے گا۔

اس لیے مکان اور اس کے معمار کی مثال محض ایک مغالطے سے زیادہ کچھ نہیں ہے لیکن غیر مادی تخلیقات کا معاملہ دوسرا ہے۔

مثال

ہم تخلیق کے نام سے جو سارے کام انجام دیتے ہیں ان کا سب سے پہلا مرحلہ ہمارے خیال اور تصور کا ہے ہم جن چیزوں کو وجود میں لاتے ہیں پہلے ان کا نقشہ ہمارے ذہن میں تیار ہوتا ہے۔

یہاں چند بنیادی باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

جن تخلیقات کا تصور اور خیال ہم اپنے ذہن میں جماتے ہیں کیا وہ محض ہمارے باطنی ارادے کی بنا پر وجود میں آجاتی ہیں؟ اور اگر اس ذہنی عمل کی تکمیل میں ہم سے کوئی غفلت ہو جائے تو کیا اس صورت میں بھی ہماری ان تخلیقات کا جو ابھی خیالی مرحلے میں ہیں وجود باقی رہ سکتا ہے؟

کیا ہماری خیالی صورتوں کے ایک حقیقی صورت اختیار کرنے کے لیے باطنی ارادے کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوتی؟

مذکرہ بالا مثال حقیقی تخلیقات کے تعلق سے دو اعتبار

سے ناقص ہے :

① ——— ایک تو یہ کہ ایسی خیالی تخلیق اپنا کوئی خارجی وجود نہیں رکھتی۔

② ——— پھر ذہن اس خیالی تخلیق کے مختلف اجزا کا پہلے سے ایک تصوّر رکھتا ہے کیونکہ اجزا کا تصوّر رکھے بغیر وہ انھیں ترتیب دے کر اپنی اس خیالی تخلیق کو مرکب صورت میں اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا۔

اس کے باوجود یہ ناقص تخلیق اس وقت تک باقی نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کا پیدا کرنے والا اسے وجود میں لانے اور ضروری اقدامات کی اپنے اندر قدرت نہ رکھتا ہو۔

جب ایک خیالی تخلیق اور صورت کا یہ معاملہ ہو تو پھر ایسی حقیقی اور واقعی تخلیق کا معاملہ کہاں پہنچے گا جو خارجی حقیقت و واقعیت بھی رکھتی ہوں اور اپنے وجود میں آنے اور خارجی واقعیت اختیار کرنے سے قبل اپنے اس مواد اور ان اجزا کا کوئی نمونہ بھی نہ رکھتی ہوں جن سے مل کر وہ وجود میں آئی ہیں۔

بدیع السمٰوٰت والارض

خالقِ حقیقی نے بغیر کسی سابقہ مثال اور نمونے کے دنیا کو اپنی جزوں اور شاخوں کے ساتھ اس قدر خوبصورت بنایا۔

دنیا نیستی کے تمام مفہومات کے ساتھ ابتدا میں موجود نہیں تھی اور خدا نے بغیر کسی نمونے اور سابقہ مثال کے صرف اپنے علم اور حکمت کی بنا پر اسے تخلیق کیا۔

جس طرح کہ دنیا اپنے آغاز سے قبل
ایک خالق کی محتاج تھی اسی طرح
اپنے آغاز کے بعد وہ اس کی محتاج
ہے ——— !

مثال

آپ بٹن دباتے ہیں، اور بلب روشن ہو جاتا ہے۔

کیا بجلی کا یہ بلب اپنے روشن ہونے سے پہلے برقی تاروں کے ساتھ رابطے کا محتاج ہے ——— ؟

کیا وہ بجلی کے تاروں کے کاٹ دیے جانے اور بجلی کے مرکز سے اپنے رابطے کے منقطع ہونے کے بعد بھی روشن رہے گا؟

یا بجلی کے بلب کی روشنی برقی مرکز سے رابطے کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ وہ اسی رابطے کی وجہ سے روشن ہوتے ہیں اور اپنی روشنی کو باقی رکھتے ہیں اور جیسے ہی یہ رابطہ منقطع ہوتا ہے تو وہ بھی بجھ جاتے ہیں

اللہ نور السمٰوٰت والارض

خالق حقیقی کی عنایت سے اس کی تمام مخلوقات ظاہر

اور نمایاں ہیں۔ اگر وہ ایک لمحے کے لیے بھی اپنی نظرِ رحمت ان پر سے ہٹالے تو وہ نیستی اور عدم میں چلی جائیں۔ اپنے اس وجود کے ساتھ نہیں بلکہ بالکل بے جان اور فنا ہو کر۔ اس صورت میں ان کی ہستی اور زندگی کی بنیاد ہی سرے سے ختم ہو جائے گی۔

"کل یوم ھو فی شان"

وہ خالق حقیقی ہر لمحے تخلیق کے کام میں مصروف اور اپنی مخلوقات کو طاقت اور زندگی فراہم کرنے میں مشغول ہے۔ اور اگر وہ ذرا دیر کے لیے بھی اپنی توجہ ان پر سے ہٹالے تو وہ سب فنا ہو جائیں۔

جیسا کہ برقی موجیں برقی مرکز سے نکل کر بجلی کے بلبوں تک پہنچتی ہیں اور ان کے رُکنے کے ساتھ بلب بجھ جاتے ہیں اور ان کے جاری ہونے کے ساتھ بلب روشن ہو جاتے ہیں۔

برقی موجوں کا ہر لمحے رکنا اور بڑھنا جاری رہتا ہے اور اسی طرح بلبوں کا بجھنا اور روشن ہونا بھی۔ لیکن ان کے بجھنے اور روشن ہونے کا وقفہ اس قدر مختصر ہوتا ہے کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ وہ مسلسل روشن ہیں۔

ہستی اور اس کے تمام مظاہر خالقِ حقیقی کی مخلوقات ہیں۔ برقی امواج اگر ایک لمحے کے لیے بھی رک جائیں تو تمام برقی لیمپ خاموش ہو جائیں۔ اسی طرح خالق حقیقی اگر ایک لمحے کے لیے اپنی مخلوق پر سے نگاہِ توجہ پھیرلے تو وہ فنا ہو کر عدم میں پہنچ جائے۔

خالق کی اپنی مخلوق کے ساتھ وہی نسبت ہے جو انسان اور اس کے سائے کی یا بجلی کی روشنی اور برقی مرکز کی ہے کہ ان میں سے کسی کی اپنے خالق سے رابطے کے سوا کوئی حقیقت نہیں ہے۔

"ونحن اقرب الیہ من

حبل الورید"

عقل اور علم کی نظر میں مخلوق کی اپنے خالق سے جدائی، عدم اور نیستی کے مساوی ہے۔ یہ بات علمی اصطلاح کے عین مطابق ہے۔

مخلوق کی نسبت خالق جہان کے ساتھ اضافۂ اشراقیہ ہے، اضافۂ مقولیہ نہیں!

سادہ زبان میں اسے "روشنی کی نسبت نور کے ساتھ" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ کمرے کے ساتھ نور کی نسبت نہیں کہا جا سکتا، نور کا نہ چمکنا روشنی کے نہ ہونے کے مساوی ہے۔ لیکن اگر نور چلا جائے تو خود کمرہ جو اس کی وجہ سے روشن تھا وہ نابود نہیں ہوتا۔ صرف کمرے کی روشنی نور کے چلے جانے کی وجہ سے نابود ہو جاتی ہے۔

موجوداتِ جہان کی اپنے خالق کے ساتھ نسبت پہلی ہے دوسری نہیں۔ ان کی ہستی کی بنیاد خالق حقیقی کی خلاقیت کی نمود

کے سوا اور کچھ نہیں ہے ۔

ہر چیز کی نسبت اسی وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک کہ وہ خالق حقیقی کی عنایت وبخشش سے مربوط ہوتی ہے ۔ جب رابطے کا یہ رشتہ منقطع ہوتا ہے تو اس کی نیستی و نابودی کا آغاز ہو جاتا ہے ۔ جب تمام رشتے منقطع ہو جاتے ہیں تو ان مظاہر کائنات کی زندگی کا سلسلہ بھی یکلخت منقطع ہو جاتا ہے ۔

دنیا کا اولین مادہ جو اپنے وجود کے آغاز ہی سے ایک ناقابل شکست رشتے کے ساتھ اپنے خالق سے وابستہ رہا ہے ۔ اس کے پورے وجود پر فقر و نیاز کی مہر ثبت رہی ہے ۔

حرکت ، زمانہ ، تغیر اور ترکیب ، ان چاروں حیثیتوں سے وہ سراپا محتاج اور نیاز مند رہا ہے ۔

جب تک مادہ کا وجود باقی ہے وہ اسی ابدی طاقت سے طاقت حاصل کرتا رہے گا ۔ اس ابدی طاقت کے سرچشمے سے جس وقت بھی اس کا رشتہ منقطع ہو گا اسی وقت وہ اپنی پہلی نیستی اور عدم میں چلا جائے گا ۔

لمن الملك اليوم ؟

لله الواحد القهار !

وہی خالق حقیقی بے نیاز مطلق ہے ، وہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ۔ وہی سب کا حقیقی مالک ہے اور اس کائنات میں چھوٹا اور بڑا جو بھی ہے اس کا محتاج اور

نیاز مند ہے۔

"یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ"

مالکِ حقیقی کا عرفان حاصل کرنے کے لیے میری یہ ناقص اور مختصر گفتگو کافی نہیں ہے، لیکن جس ہدف کا میں نے وعدہ کیا تھا اس گفتگو کے ذریعہ میں نے اسے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں نے حاضرین کے قدم بقدم خود پرستی کے نقطے سے خدا پرستی اور خداشناسی کے ہدف کی جانب تین قدم بڑھائے۔

اب اس موقع پر اس توقع کے ساتھ میں آپ کو خدا حافظ کہتا ہوں کہ خداشناسی کے مقصد کی خاطر اس طرح کی مجلسیں آئندہ بھی منعقد ہوں گی۔

حاضرین : ہماری زبانیں، جناب الٰہی کی تحسین، تعریف اور کما حقہٗ تشکر سے قاصر ہیں۔

ہم اب تک یہ خیال کرتے تھے کہ مذہبی شخصیتیں، اہل دانش و بصیرت نہیں ہوتیں اور محبت و الفت ان کا شعار نہیں ہوتا۔ اور ایسا سمجھنے میں ہم کچھ زیادہ قصوروار بھی نہیں تھے کیونکہ یہ جہنمی ماحول مادہ پرستوں اور بے دینوں کے مکتب ائے فکر کو قوت فراہم کرتا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ جیسے روشن ضمیر اور دل آگاہ مذہبی

شخصیتوں کی تعداد میں جو معاشرہ کی روح ہیں اضافہ فرمائے۔

اس موقع پر کچھ لوگوں نے جناب الہٰی کا نام پتہ اور ٹیلیفون نمبر معلوم کیا اور پھر انھیں بڑے احترام کے ساتھ خدا حافظ کہا۔

والسلام علی من اتبع الھدی

...ce No. 13032 Date 15/4/11
...ection ...... Status ......
D.D. Class ......
NAJAFI BOOK LIBRARY

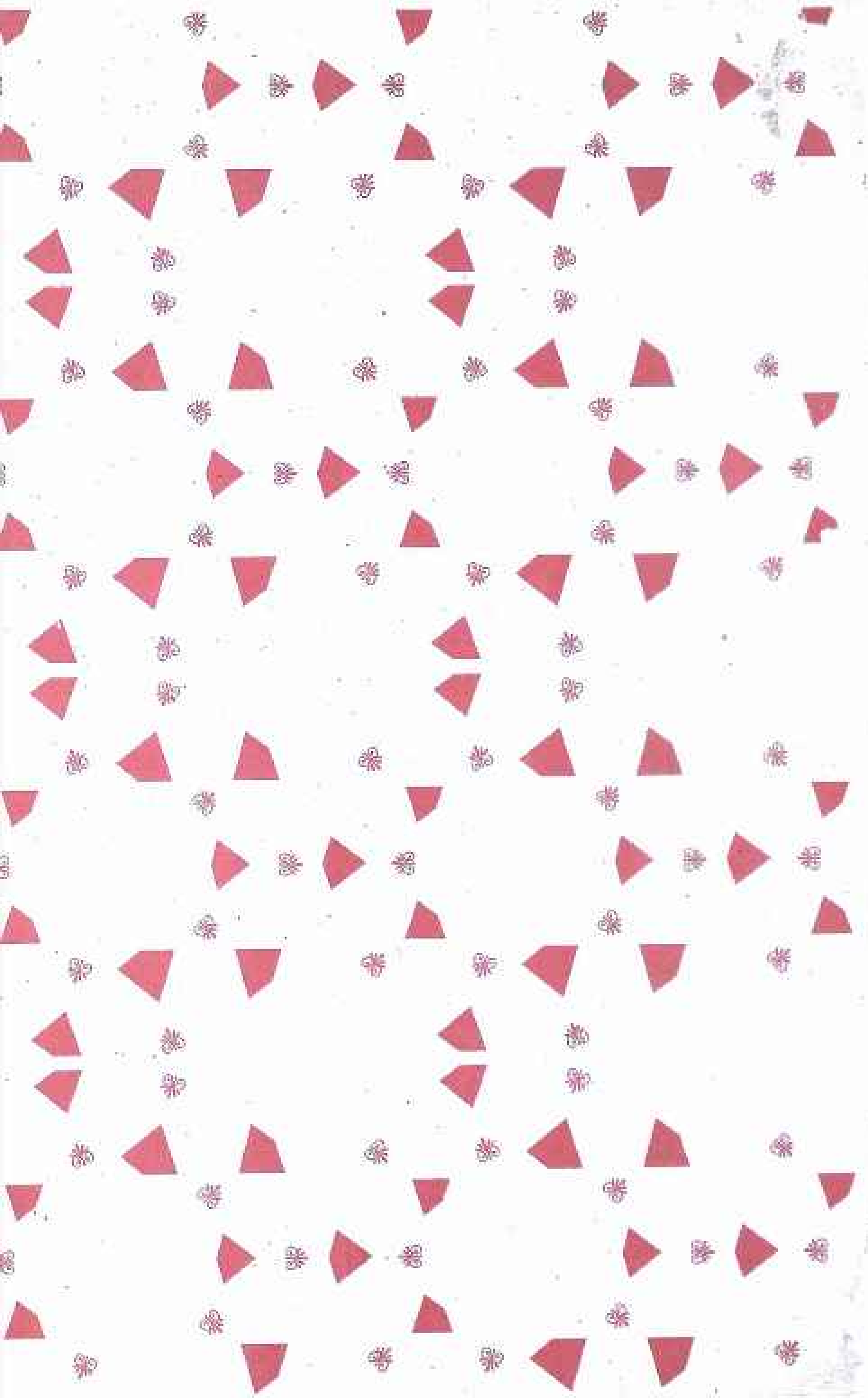

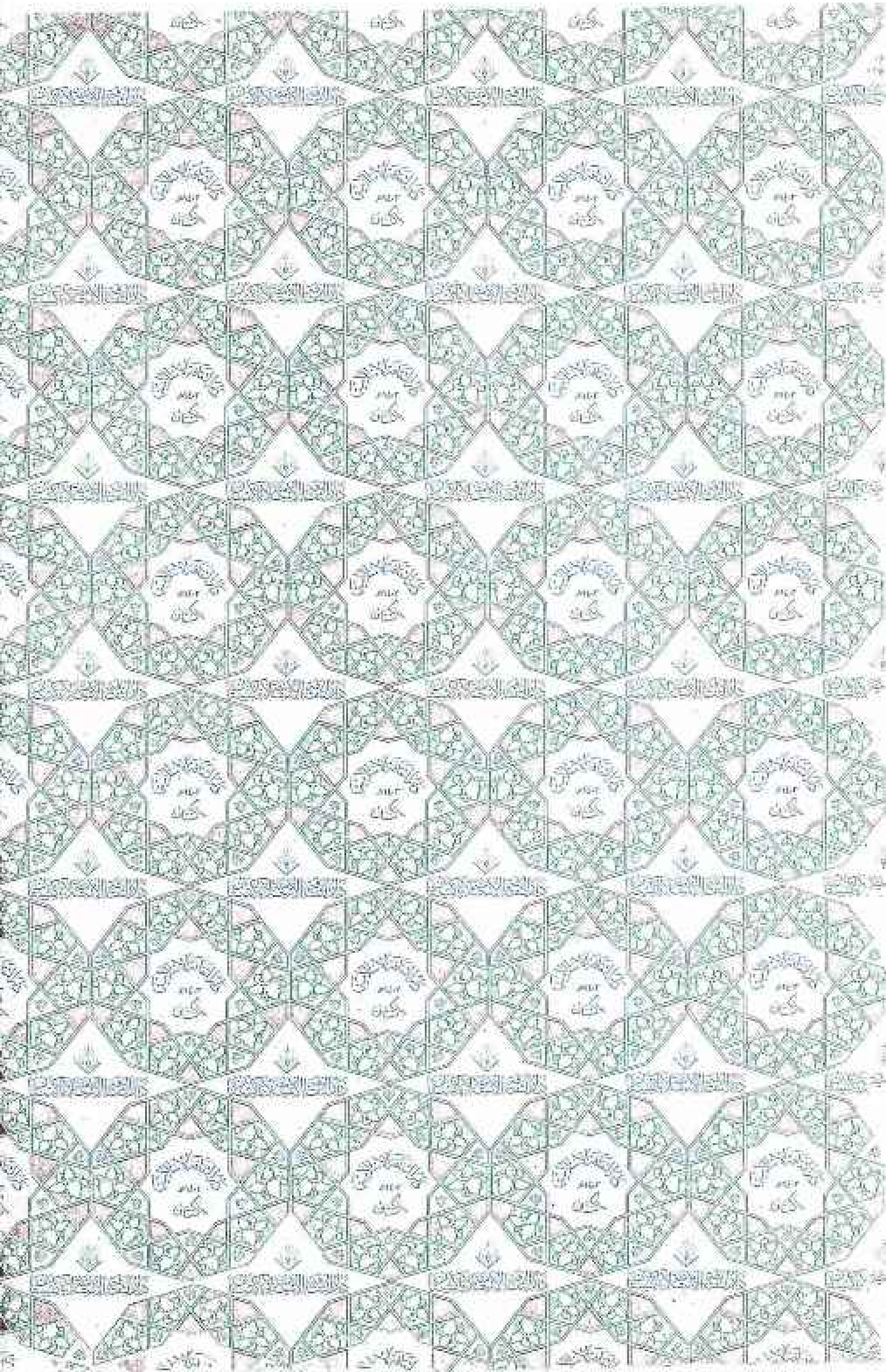

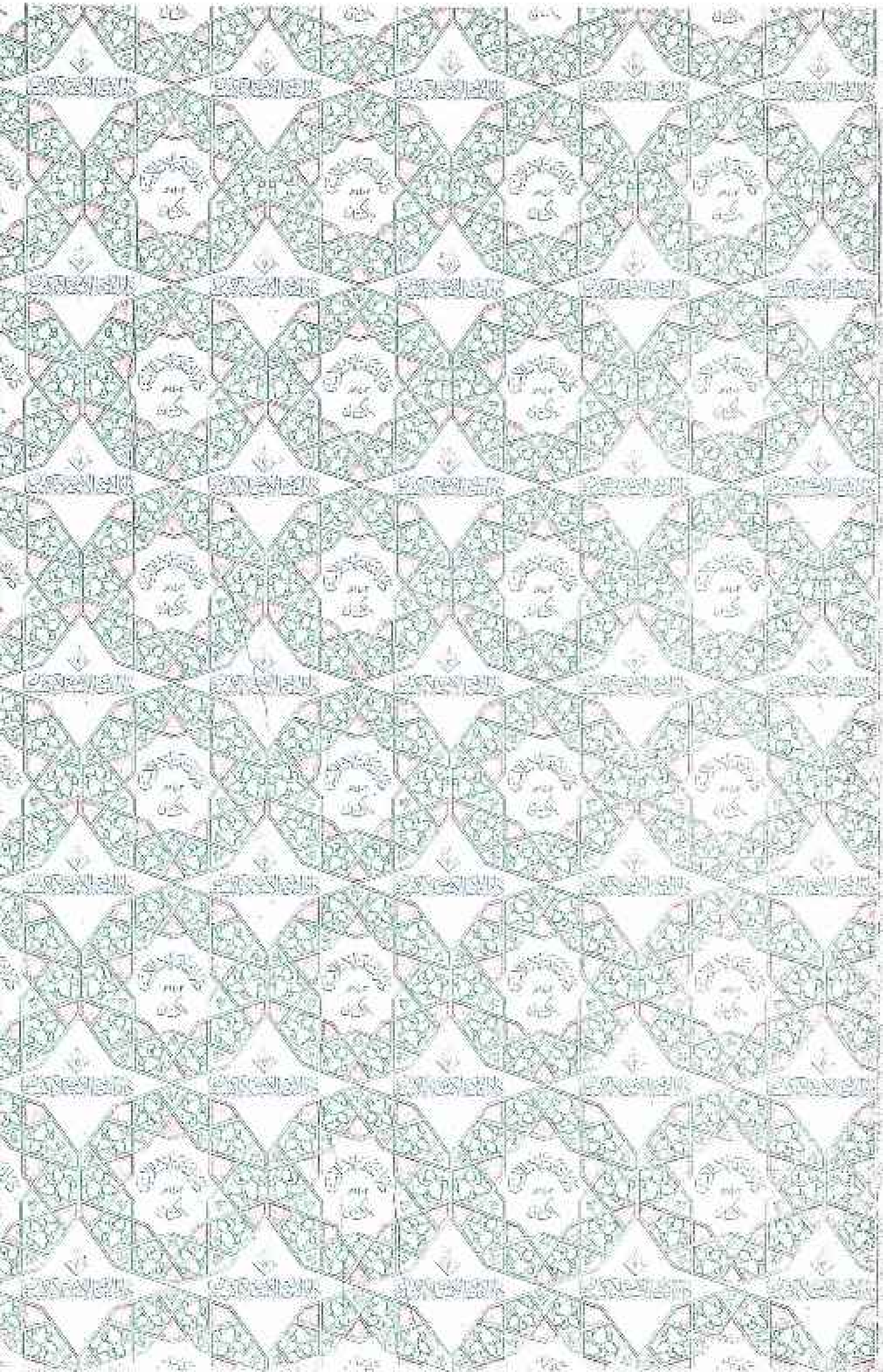

ح عقائد اور قلبی خشوع ملکر انسان کو ساحل نجات تک پہنچاتے ہیں۔